بھٹو نے کہا

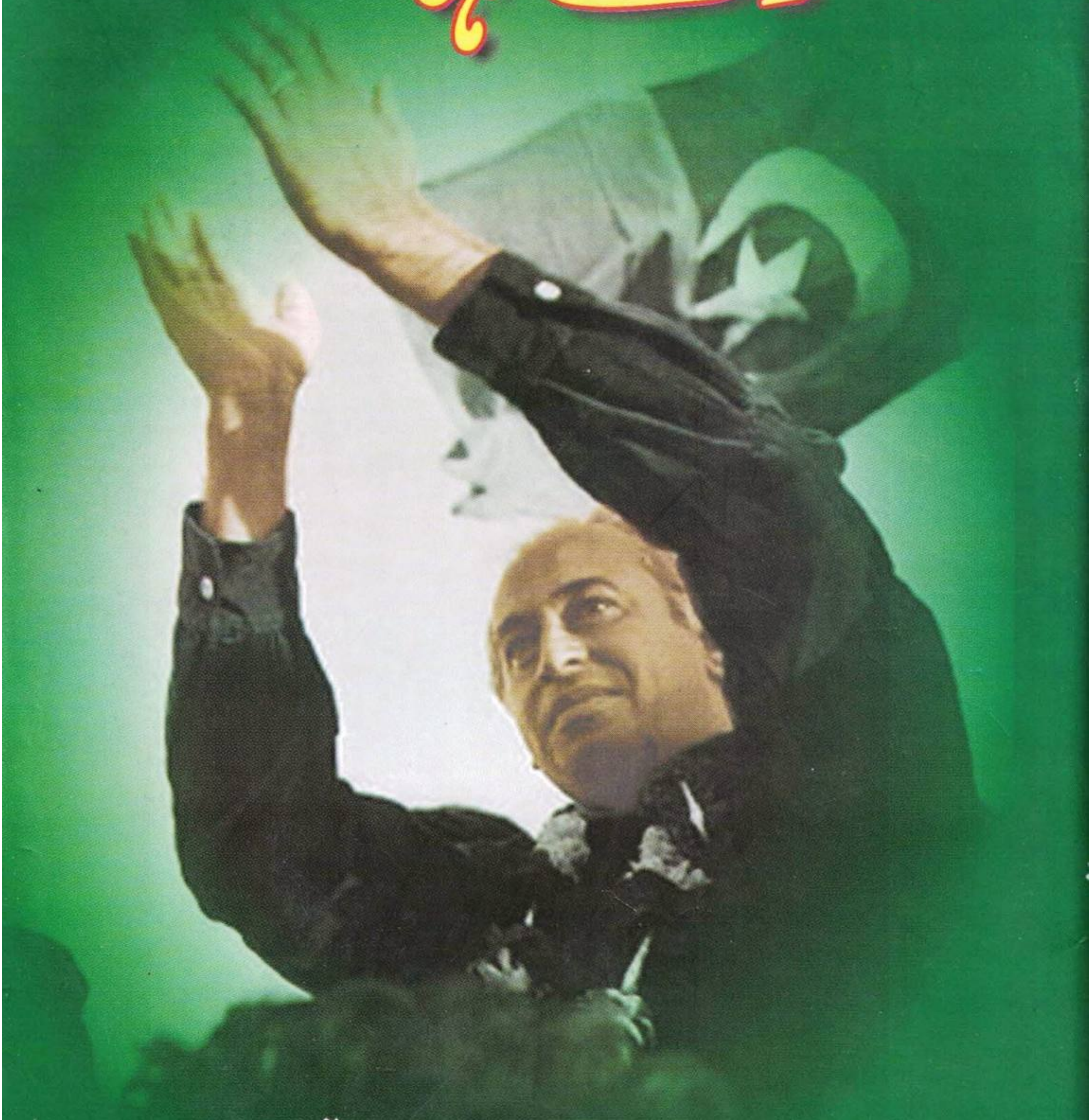

مرتب

مولا بخش چانڈیو

www.bhutto.org

بھٹو نے کہا

ذوالفقار علی بھٹو کے مضامین، تقاریر اور خطوط سے اقتباسات

مرتب:

مولا بخش چانڈیو

مرزا اکیڈمی، بدین

www.bhutto.org

جملہ حقوق محفوظ

بھٹو نے کہا

قائدعوام کی تحریروں سے اقتباسات

انتخاب وترتیب: مولابخش چانڈیو

اشاعت: اپریل 2007ء

ناشر: ڈاکٹر ذوالفقار مرزا

چیئرمین مرزا اکیڈمی بدین

طابع: سندھو پبلیکیشنز، حیدرآباد

موبائل:0301-3565767

تعداد: ایک ہزار

قیمت: -/80روپیہ

انتساب

اپنی قائد

محترمہ بینظیر بھٹو کے نام

آغاز

فکر کا ایک سیاسی، سماجی اور ثقافتی پس منظر ہوتا ہے۔ جدا جدا خطوں کا فکر بھی جدا ہوتا ہے۔ یوں بھی ہے کہ مختلف ثقافتوں کے افکار مل کر ایک عالمی فکر کی صورت اختیار کرتے ہیں اور پھر فکر سرحدوں کو پار کر کے آفاقی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہمارے قائد شہید ذوالفقار علی بھٹو کا فکر ایک سیاسی، سماجی اور ثقافتی پس منظر رکھتا ہے۔ اور وہ فکر پوری دنیا کے فکر کو اپنی بانہوں میں لے لیتا ہے۔

یہ اقتباسات پاکستان، جنوبی ایشیاء اور عالمی مسائل کا احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان اقتباسات میں شہید بھٹو ایک قانوندان، ایک مدبر، ایک دانشور، ایک ادیب اور ایک سیاست دان کے روپ میں آپ سے مخاطب ہوں گے اور پاکستان، خطہ اور عالمی مسائل کی پیچیدگیوں کی گانٹھیں کھولتے نظر آئیں گے۔

یہ کتاب "بھٹو نے کہا" بھٹو صاحب کے فکر سے چنے ہوئے پھولوں کا گلدستہ ہے جو ہم آپ کو پیش کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ یہ کتاب پیپلز اسٹڈی سرکل سندھ کے انچارج اور پارٹی کے نظریاتی رہنما مولا بخش چانڈیو کی پیار بھری کمائی ہے ہمیں یقین ہے کہ یہ آپ [illegible] ور قبولیت حاصل کر لے گی۔ مولا بخش چانڈیو نے یہ کتاب اس غرض سے ترتیب دی ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو قائد عوام شہید بھٹو کے فکر سے روشناس کیا جائے اور ان کی سیاسی تربیت ہو سکے۔

یقیناً یہ کتاب پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں، کارکنوں اور پاکستانی سیاست کے مطالعہ میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث بنے گی۔

آخر میں ہم اس کتاب کے سلسلہ میں پاکستان پیپلز پارٹی سندھ کی انفارمیشن سیکریٹری ڈاکٹر فہمیدہ مرزا صاحبہ، ایم این اے، کے تعاون اور رہنمائی کے شکر گزار ہیں۔

آپ کی آراء اور مشوروں کا طلبگار

مرزا اکیڈمی، بدین

ہمارا مقدس فریضہ

آج میرا دل کچھ اس طرح خون کے آنسوں روتا ہے کہ اس سے قبل کبھی نہیں رویا تھا۔ایک عالمی شہری کی حیثیت سے میں یہ اپنا مقدس فریضہ سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کروں کہ اب ہماری نجات دنیا کے ایک ہو جانے میں ہے۔ہمیں جنگ اور امن، موت یا حیات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا۔یقیناً ہر کس و ناکس کو اس حقیقت کا علم ہے کہ نہ صرف آج کی دنیا بلکہ کل کی دنیا بھی کسی مزید جنگ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

(دنیا کا آفاقی تصور)

انسانیت کی خاطر

ہمیں انسانیت کی خاطر بغیر کسی تعصب کے اپنے عقائد پر نظرثانی کر لینی چاہئے۔آیئے ہم جنگ کا خونیں باب بند کر کے لوگوں کو ایک دوسرے کا ہمدم و دمساز بنانے کی سعی کریں، آیئے! ہم اپنے ذہنوں سے قومیت کے محدود اور سطحی خیال کو محو کریں، جو ہمیں جنون اور عدم برداشت کی طرف مائل کرتا ہے۔کسی روشن خیال انسان کیلئے اس کا تصور بھی محال ہے کہ کسی مقام پر محض اتفاقیہ پیدائش عالمی امن کی راہ میں اتنا اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔اگر ہم بیوقوفی سے فرسودہ خیالات اور نظریات سے چمٹے رہے تو بہت جلد یعنی سحر کے وقت ہی ہمارا آفتاب غروب ہو جائے گا۔مصیبت تو یہ ہے کہ ہمیں ہمارے بڑوں پر نیچا دکھایا ہے، ہمیں ان کے نقش قدم پر چل کر آنے والی نسلوں کو دھوکا نہیں دینا چاہئے کم از کم ہمیں کوشش تو کرنی چاہئے کہ جمود کی اس دبیز دھندلی فضا میں گھس کر اسے آئندہ نسلوں کے لئے کچھ ہلکا کر دیں۔

(دنیا کا آفاقی تصور)

ایٹم بم نہیں محبت

صمیم قلب سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم اس سیاست کے مردہ طریقہ کار سے اجتناب کرتے ہوئے اپنا جہان ایک نئے انقلابی نظام پر تشکیل کریں، میں یہاں اقوام متحدہ کی خوبیاں اور خامیاں گنوانے نہیں آیا،

میں صرف نظریہ کی وکالت کررہا ہوں کہ پوری دنیا ایک ہے، خواہ آپ اسے فیڈریشن کہہ لیجئے یا کنفیڈریشن کا نام دے لیجئے، جو چاہے پکاریئے، لیکن اطمینان رکھئے کہ ہماری اس متحدہ دنیا کا ہتھیار ایٹم بم نہیں، محبت ہے۔ جس کی اساس سادگی پر ہے۔

(دنیا کا آفاقی تصور)

عوام سے استدعا

ایک دنیا کے قیام کے لئے میری استدعا سیاست دانوں سے نہیں بلکہ عوام سے بھی ہے اور خصوصیت سے میں طلبہ سے گزارش کرتا ہوں۔ میرے ساتھی بھائیو! متحد ہو جاؤ........ ہمیں اس دنیا میں رہنے والے ہر آدمی کی بہتری مقصود ہے۔ آپ اور میں باہم مل کر اولوالعزمی سے نئے نظام کی روشن قندیل لئے اخوت کے نقیب بن کر آگے بڑھیں گے۔ ہم اپنے پیدائشی حقوق کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اور اعلیٰ انسانوں کی طرح اخوت و مساوات کی زندگی بسر کریں گے۔ (دنیا کا آفاقی تصور)

تہذیب کی گہرائی

کسی تہذیب کی گہرائی ناپنے کا کام وقت طلب ہے، آرٹ اور لٹریچر سائنس اور فلسفہ خواہ کسی بھی شخص کا ہو بڑی جانفشانی کا کام ہے، بھلا اس مختصر سے عرصہ میں کسی حافظ یا کسی اقبال کی اپنی قوم کے لئے خدمات پر کس طرح روشنی ڈال سکتا ہوں؟ میں آپ سے یہ کہاں کہہ سکتا ہوں کہ ایک لحہ کو توقف کرکے آرٹ کی ان نادر زمانہ اشیاء کی تعریف کریں۔ بیت المقدس میں حضرت عمرؓ کی مسجد ہو یا لاہور کی بادشاہی مسجد، دہلی کی جامع مسجد ہو یا فتح پور سیکری کا شہر، حضور اکرم ﷺ کے پیروکار، غرناطہ، قاہرہ، بیت المقدس، بغداد اور دہلی جہاں بھی گئے اپنے پائیدار نقوش ثبت کر گئے۔ حضرت عمرؓ کی شاندار مسجد، حسینؓ کی عظیم الشان مسجد، یہ طویل اور پر شکوہ قطب مینار مسلمانوں کے تخلیقی ذہن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

مسلم آرٹ

تاج محل ہمارے دن کا مایا ناز شاہکار ہے، جسے ہم رومانی طور پر عشق مرمریں کہتے ہیں، یہ مرقع کمال ہے،

یہ عمارت [illegible] محبت کا نشان ہے۔ یہ کسی انسان کی شفقت و محبت اور خلوص کا جاوداں مظہر ہے،
[illegible] پر قرآن کریم کے یہ الفاظ کندہ ہیں کہ مخلص لوگ ہی باغ بہشت میں داخل ہو سکتے
ہیں۔ [illegible] تعمیر پر کوئی بیرونی اثرات نہیں، یہ خالص مسلمانوں کے فکر اور ذوق کا آئینہ دار ہے۔
امریکی مورخ ول ڈیورنٹ کہتا ہے کہ اس کی تعمیر میں بغداد، قسطنطنیہ اور دوسرے اہم مسلم مراکز کے ماہر کاریگروں نے حصہ لیا تھا اور یہ مکمل طور پر مسلمانوں کے فن تعمیر کا نمونہ ہے۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

اسلامی کنفیڈریشن کا نظریہ

ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جسے باہمی نزاع نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ایک دنیا جس میں بین الاقوامی تعلقات دو وجود سے غالب ہیں، اولاً اجتماعی تحفظ، ثانیاً طاقت کا توازن، مختلف ناسازگار ادوار کے اثرات نے ہمیں بلاکوں میں صف آراء کر دیا ہے، ایک سانس میں عالمی رہنما امن کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسرے میں ایٹم بموں سے تہذیب کو معدوم کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ ہماری حیثیت افسوس ناک طور پر ناپائیدار ہے۔ سامراج نے دنیا کے ہر حصے میں ہمارا خون نچوڑ لیا اور ہماری قوت کو مفلوج کر دیا۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی نئی نسل جو ایک نئی حرکت یعنی انصاف پر مبنی ایک نظام کی رہنما ہو گی، وہ استحصال کا خاتمہ چاہتی ہے، اب بھی ہم میں متعدد یکسانیت کے رشتے برقرار ہیں اور اپنی ثقافت کی وحدت کی بناء پر ہم سیاسی طور پر دوبارہ متحد ہو سکتے ہیں۔ اسلامی کنفیڈریشن مسلمانوں کو ان کے محفوظ مستقبل کی ضمانت دے سکتی ہے، اس مقصد کے حصول کیلئے ہمیں شدنی امور سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔

تہذیب کو نشوونما کا جوہر ہم نے عطا کیا ہے اور اس کے عوض ہم ہی بیرونی قوتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں۔ انڈونیشیا میں ہمیں اس لئے ذبح کیا جا رہا ہے کہ ہم بیرونی تسلط سے نجات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جاوا سے مراکش تک ہمارے دشمن موجود ہیں۔ میں انتقام لینے کے لئے متحد ہونے کو نہیں کہوں گا، لیکن ان حقوق کے تحفظ کیلئے جو ابھی تک ہمارے پاس ہیں، ان کے لیے ہمیں طاقت ور ہونے کی ضرورت ہے۔ طاقت کیلئے اتحاد بے حد ضروری ہے، بدقسمتی سے قوت کا مقابلہ قوت ہی سے کیا جا سکتا ہے ہمارے ہاتھوں میں ہمارے عوام کا مستقبل ہے اور ہم پر ان کی آزادی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم دنیا کو اخوت انسانی کا بلیو پرنٹ دیں گے، جیسا کہ ہمارے اسلاف نے تیرہ سو سال قبل دنیا کو باہمی انسانی تعاون کا فارمولا دیا تھا۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

اسلامی کنفیڈریشن

بعض لوگ اسلامی کنفیڈریشن پر اس بنا پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے کوئی اقتصادی مفاد حاصل نہ ہوں گے۔ قوموں کا باہمی تعاون بذات خود ترقی پسندانہ اقدام ہوتا ہے۔ اس کے کوئی اور اقتصادی فوائد ہیں، لیکن اگر زیادہ فوائد نہ بھی ہوں تو چند مسلمان ملکوں کو اقتصادی لحاظ سے چند سال کیلئے ایثار کرنا چاہئے۔ یہ اتحاد ایک خون، ایک ثقافت اور ایک میراث کی بنیاد پر ہونا چاہئے کیونکہ ایک صدی سے زائد عرصہ تک بہیمانہ استحصال کا ہدف بنے رہے ہیں۔ یہ ورثہ اس اتحاد کا تقاضہ کرتا ہے۔ یہی صدی ہے جس میں ترقی پذیر ممالک ترقی کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس اقتصادی وسائل بکثرت ہیں جس کا بین ثبوت اس خطے میں مغربی دنیا کی دلچسپی سے ملتا ہے۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

اسلامی کنفیڈریشن کا خاکہ

اب میں اس منصوبے کا اجمالی سا خاکہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ قانونِ ارتقا کے مطابق یہ شراکت مختلف سطحوں پر فروغ پائے گا۔ پہلی سطح پر عوام سے وسیع رابطہ کے ذریعے ان کے درمیاں وسیع ہم آہنگی کو ابھارا جائے گا۔ یہ رابطہ طلبہ، پروفیسروں، فنکاروں اور دوسرے دانشوروں کے بڑے پیمانے پر تبادلے سے ہوگا۔ یہ دانشور کنونشنوں اور کانفرنسوں کے ذریعے اہم باہمی امور پر تبادلہ خیال کریں گے۔ اس اثنا میں بڑے بڑے شہروں میں مستقل طور پر اطلاعاتی، ثقافتی اور عوامی رابطے کے مراکز قائم کئے جائیں گے۔ ایک مسلم ملک سے دوسرے ملک میں عوام کے سفر کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور انہیں کرایوں میں مراعات دی جائیں گی۔ پاسپورٹ کی پابندیاں اٹھالی جائیں گی اور مواصلاتی نظام کو فروغ دیا جائے گا۔ ان مساعی کے نتیجہ میں اقتصادی تعاون کی راہ ہموار ہو جائے گی اور ایک سیاسی الحاق ان کے مابین وجود میں آجائے گا۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

مسلم اتحاد

اسلامی کنفیڈریشن کا مجھے آج اسی طرح یقین ہے، جس طرح تقسیم ہند سے قبل پاکستان کی تخلیق کے

بارے میں تھا۔ پاکستان نے دنیا کی اقوام میں اپنا مقام حاصل کرلیا ہے۔ کل اسلامی کنفیڈریشن کا خواب بھی حقیقت میں تبدیل ہو جائے گا۔ وہ لوگ جو مسلم اقوام کے اتحاد کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے، وہ اپنے نظریہ سے پسپائی اختیار کرتے جارہے ہیں۔ یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے کہ اگر چھوٹے چھوٹے ذرے واقعات کے بہاؤ کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو خود بہہ جاتے ہیں۔ ہم اپنے لوگوں کی دوبارہ خوشحالی اور احیاء کیلئے انتھک محنت کریں گے۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

ہم عظیم ورثہ کے حامل ہیں

تقدیر باہمی اسلامی اتحاد کی متقاضی ہے۔ سیاسی حقائق اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ آئندہ نسلیں اس کی منتظر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ شجاعت ہمارے خون میں ہے، ہم عظیم ورثہ کے حامل ہیں، ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔

(اسلامی میراث کے خدوخال)

عمارتوں کی حقیقت

بلاشبہ یہ فلک بوس عمارتیں اب بے جان یادگاریں دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ اب یہ انسانی عظمت کی عظیم الشان شبیہیں معلوم ہونے لگی تھیں۔ یہ حقیقی تخلیق نظر آنے لگیں۔ انسانی مساعی کی واحد تخلیق۔ انسان کی اپنی روح کا انعکاس۔ انسانی مساعی کی بلند ترین رفعتوں کو چھونے کی علامت۔ خاک اور پتھر سے تعمیر شدہ ڈھانچے انسانیت کے خادم اور غلام دکھائی دینے لگے۔

جوں جوں میرا یہ زورِ تخیل بلند تر ہوتا گیا، میں اس پر غور کرنے لگا کہ کیا یہ عظیم الشان تعمیراتی کمالات ہمارے مفاد کیلئے ہیں اور آیا ان پر ہمارا اختیار ہے۔ میں نے سوچا شاید یہ انسان کے دائرہ اختیار سے نکل کر بے قابو عفریت بن گئے ہیں۔ پھر میرے ذہن میں خیال ابھرا کہ کہیں وہ اپنے لئے زندہ تو نہیں اور خودغرضی سے اپنی زندگی کی عنان اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تو نہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ اپنے خالق یعنی انسان کے خلاف سازش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا، اپنے خیالات کو جان بوجھ کر خلط ملط کرتا رہا۔ پھر میں خیالی پلاؤ پکاتا ہوا جلد باز سے اس نتیجہ پر

پہنچا کہ انسان کے تخلیق کردہ عفریت سمجھتے ہیں کہ انسان کا ان کی تخلیق سے کوئی واسطہ نہیں، جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کی تخلیق میں خدا کا کوئی ہاتھ نہیں۔ میں نے ان کے بارے میں خیال کیا کہ وہ سوچتے ہوں گے کہ ان میں چونکہ نہ تو مشابہت ہے اور نہ یکسانیت، وہ قانونِ ارتقا کی پیداوار ہیں اور یہ بات ڈارون کے نظریہ کے برعکس تھی۔

(نیویارک کے ٹائمز)

انسان کے بدلتے روپ

یہ دنیا بڑی ہی ظالم ہے۔ زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں، جب کوئی شخص بنفشہ کی خوشبو سے لدی ہوئی فضا میں ہر سانس کے ساتھ تازگی محسوس کرتا ہے اور ایسے ملحات بھی جب کثرت جذبات کا زہر اس کے ذہن میں اس حد تک سرایت کر جاتا ہے کہ وہ خود کو ساری مخلوق میں اسفل ترین محسوس کرنے لگتا ہے اور ایسے اوقات بھی آتے ہیں، جب دنیا مزاحمت سے عاری چرخی پر تیزی سے گردش کرتی دکھائی دیتی ہے اور بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے غم واندوہ انسان کا مقدر بن چکا ہے۔

وہ کون سا عارضہ ہے جو ایک سوموار کو حضرت انسان کو حیوان کا روپ دیتا ہے۔ اگلے ہی دن اسے عظمت بخشتا ہے۔ بدھ کو اسے وحشی بنا دیتا ہے۔ جمعرات کو اسے مسیحا بننے پر اکساتا ہے۔ جمعہ کو اس میں افلاطون کی جھلکیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ہفتے کے دن قدرے میکیاولی کے کردار کا مظہر بن جاتا ہے اور پھر اتوار آجاتا ہے جس دن حلقہ کلیسا کے کسی کمرے میں کفارے کی عبادت کا اجتماع پوری شان و شوکت کے ساتھ نظر آتا ہے۔

(نوعِ انسانی کی آفاقیت)

ہماری اصلاح انسانیت کی فلاح

ہماری اصلاح انسانیت کی فلاح سے وابستہ ہے، کیونکہ ہم اس کا اٹوٹ انگ ہیں۔ ہماری کامرانیاں سب کیلئے ہونی چاہئیں کیونکہ یہ دنیا سب کیلئے بنائی گئی ہے۔ ہم خواہ کسی بھی سرزمین پر رہتے ہوں، لوگ جہاں کہیں بھی حقوق کیلئے نبرد آزما ہوں اور جہاں جہاں بھی وہ انصاف اور صداقت کے حصول کیلئے جدوجہد کر رہے ہوں، آپ بھی ان کے ساتھ پوری گرمجوشی اور دل و جان سے شریک ہو جائیں۔ جب بھی انسان

جور و ستم، لغزش یا بے انصافی یا ظلم و استبداد کا شکار ہو جائے تو پھر کسی خوف و خطر کے بغیر جدو جہد اور ایثار کا علم بلند کر کے جہاد شروع کر دیجئے۔ آدمی آزاد بھی ہوتے ہیں اور غلام بھی، امیر بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی، لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کی اس زمین سے دکھ اور غربت کے خاتمے کیلئے متحد ہو جانا چاہئے۔

(نوع انسانی کی حقیقت)

رشتوں کی حقیقت

بطور انسان ہم کبھی بھی کسی رشتے میں مکمل طور پر منسلک نہیں ہوتے۔ ہم سے متعلق کوئی حلقہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہمیں دوسروں سے جدا رکھتا ہے یا زیادہ سے زیادہ دوسروں سے ہمارا میل جزوی ہو سکتا ہے۔ معاشرتی طور پر ہم دنیا میں جو یکجہتی پاتے ہیں وہ کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ تھوڑے عرصہ کیلئے ہم سب ایک ہی منزل کی خواہش کر سکتے ہیں مگر یہ ایک منزل محض بیانیہ حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ جو زندگی میرے لئے اچھی ہے وہ آپ کیلئے اتنی اچھی نہیں ہو سکتی۔ اس میں کچھ مشابہت البتہ ضروری ہے جو معاشرتی سکون کو مؤثر اور پائیدار بنا دیتی ہے۔ مگر مشابہت یکجہتی کا درجہ نہیں رکھتی جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے ان کی ساتھ ساتھ تکمیل ضروری نہیں۔

(پاکستان ایک وفاقی یا وحدانی ریاست)

سیاست کے فن کی اصلیت

ایک مملکت جس میں سیاست کا فن عام طور پر صرف چند اشخاص ہی کو معلوم ہو وہ بھی اکثریت کو نہال نہیں کر سکتی کیونکہ وہ صحیح طور پر کبھی اکثریت کی ضروریات کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ یہ ان کی ضروریات کا تصور محض اس مفروضے پر ہے کہ اس کے اپنے آمروں کی خواہشات ان ضروریات کے مطابق ہیں۔

(پاکستان ایک وفاقی یا وحدانی ریاست)

اسلامی معاشرت اور وفاقیت

اسلامی معاشرت کی ساخت کا محور بنیادی طور پر وفاقیت کے اصول کا طریق عمل ہے۔ مفروضے کے طور پر اگر آج بھی عرب ممالک ایک مربوط اکائی میں مدغم ہونا چاہیں تو وہ محض وفاقیت کی بنیاد پر ہی ایسا کر سکیں

www.bhutto.org

گے۔اس حقیقت کے باوجود کہ عربوں کے درمیاں یکسانیت اور رشتے بہت ہیں۔مثلاً: مذہب، زبان اور نسل کے رشتے، لیکن اگر وہ اس میں مدغم بھی ہوں، تو اس کی صورت ایک ڈھیلے وفاق کی ہوگی، جس میں مشمولہ ریاستوں کی خودمختیاری کا تحفظ ایک بنیادی قانون کے ذریعے ہوگا۔

(پاکستان ایک وفاقی یا وحدانی ریاست)

صوبائی عصبیت

اس کی قیمت خواہ کچھ بھی پڑے، تحریر ایک دیوار پر واقعی عیاں ہے۔مگر جہاں تک صوبائی عصبیت کے ازالے کا سوال ہے، اس میں بڑا شبہ ہے۔دو بڑی اکائیوں کے صوبائی تقابل سے ایک نئی فکر نے جنم لیا جو صوبائیت کی بت شکن ہونے کی دعویدار ہے، اگر اس کو نافذ کر دیا گیا تو بلاشبہ چھوٹی اکائیوں کی جغرافیائی حدود تو ختم ہو جائیں گی، لیکن اسی قطعیت سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صوبائی عصبیت مستقل صورت اختیار کر جائے گی۔

صوبائی عصبیت کی مہلک بیماری حالیہ ہے اور اس کی مضبوطی کی وجود دوسری وجود کے علاوہ سخت دباؤ کے وہ حربے ہیں، جنہیں ایک وحدت اور منطقہء وفاق کے منصوبوں کے نفاذ کیلئے استعمال کیا گیا۔جغرافیائی حدود بیک جنبش قلم مٹائی جا سکتی ہیں مگر ثقافتی امتیاز کا صفایا قانون سازی یا انتظامی ضوابط سے ممکن نہیں۔

(پاکستان ایک وفاقی یا وحدانی ریاست)

ون یونٹ کا پھندہ

ان لوگوں کی طرف سے تاریخ سندھ کا آخری باب لکھنے کی سنگدلانہ کوششیں جاری ہیں جو غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ موئن جودڑو کی قدیم سرزمین صرف اس وقت وجود میں آئی تھی جب برطانیہ نے انتخابی مقاصد کیلئے برصغیر کو چھوٹے علاقوں میں تقسیم کرنے میں مصلحت دیکھی۔اس طرح میانی کی جنگ ہمارے تخیل کا واہمہ ہے۔

یہ بات انتہائی المناک ہے کہ پر بعض بے بنیاد الزامات اس لئے لگائے جارہے ہیں کہ جو چونکہ ہمیں عزیز اور ہمارے لئے مقدس ہے، ہم اسے محفوظ رکھنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔اگر یہ واقعتاً

مخصوص مفادات کا سوال ہوتا تو ہمارے گلے میں ون یونٹ کا پھندا ڈالنے کیلئے ایک جاگیردار وزیراعلیٰ نہ بنتا۔

جہاں تک حقیقی خدشات کا تعلق ہے، وہ واقعتاً حقیقی ہیں۔ کوئی انتظامی طریقہ کار بھی مستقبل قریب میں انہیں دور نہیں کرسکتا۔ پچھلے سات سال کی تاریخ اس کی شاہد ہے۔

سندھ نے اس مملکت کے قیام میں انتہائی دلیرانہ کردار ادا کیا ہے، جس میں اسے توقع تھی کہ دوسرے حصوں کی طرح اسے بھی برابر کا شریک سمجھا جائے گا۔ سندھ آج بھی صرف دو بڑے یونٹوں کی بجائے تمام صوبوں میں سیاسی طاقت کی مساوی تقسیم کے موقف پر قائم ہے۔

(ون یونٹ کا پھندا)

سامراجیت

سامراجیت کی ایک برائی اور بے اصولی یہ بھی ہے کہ محکوم اقوام کو ان کے حقیقی اندرونی تقاضوں اور معاشرتی اقدار کے مطابق ترقی کرنے سے روکا جاتا ہے۔ بیرونی پیمانے پر زبردستی مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیرملکی لوگوں کی رسوم غلام اقوام کی سماجی تانے بانے کا حصہ بن جاتی ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض اقدار تو کبھی بھی ان سے مطابقت پیدا نہیں کر پاتی۔

(آئینی روایات)

مملکتی قوانین

فلسفہ قانون کے تجزیاتی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قوانین مملکت کے ستون ہیں اور آئین جو کہ اعلیٰ ترین قانون ہے، مملکت کی اساس ہے۔ یہی وہ عظیم معیار ہے، جس سے ریاست اپنا وہ قانونی جواز حاصل کرتی ہے، جو ایک ایسا قانونی منبع ہے، جہاں سے ریاست بین الاقوامی برادری میں اپنے فرائض و حقوق کے ساتھ وجود میں آتی ہے۔

(آئین کے لوازمات)

قانون کے بنیادی اوصاف

چونکہ ریاست اور اس کا آئین ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے اساسی قانون کے بنیادی اوصاف کا تجزیہ ضروری ہے۔ اگر کسی آئین کو اپنے اثرات آنے والی نسل پر بھی مُرتب کرنے ہوں، تو اسے حسب ذیل قواعد کی پابندی کرنی چاہئے:

۱- اسے عوام کی شخصیت اور مرضی میں ہم آہنگی ہی سے مُرتب کرنا چاہیے۔

۲- اسے اپنی لچک برقرار رکھنی چاہیے۔

۳- اسے صرف لازمی معیاروں تک محدود رہنا چاہیے۔

(آئین کے لوازمات)

آئین کی کیفیت

اگر آئین بے بدل اور غیر تغیر پذیر ہو، تو اس کیلئے قومی خواہش اور تشخص کو زیادہ دیر تک برقرار رکھنا ناممکن ہوگا۔ عوامی اقتدار مسلسل بدلتی رہتی ہیں اور ایک اچھی آئین کیلئے لازم ہے کہ وہ ان تبدیلیوں کا نوٹس لے، ورنہ وہ اپنی قوت کو برقرار نہیں رکھ سکے گا اور عوامی آرزوؤں کا سچا مظہر نہیں رہے گا۔ بلاشبہ آئین کیلئے وہ ان بدلتی ہوئی حقیقتوں کا عدالتی آئینہ ہو، جو عوامی رجحانات اور طاقت سے تعلقات کی تبدیلی کا مظہر ہوں۔

(آئین کے لوازمات)

مسلم لیگ

مسلم لیگ نے قائداعظم کی زیر قیادت پاکستان حاصل کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مختلف مواقع پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے کافی عرصہ بعد تک جو لوگ لیگ میں شامل ہوتے گئے، انہوں نے اس خوش فہمی کے ساتھ اس مسلمہ اصول پر تکیہ کرنے کا فیصلہ کیا کہ دائمی اقتدار میں دائمی تسکین کیلئے ایک غیر معمولی کارنامہ کافی تھا۔

مسلم لیگ نے اپنے اعلیٰ نصب العین کے حصول کے فوری بعد اپنی قوت کی خدمت کیلئے بروئے کار لانے کی بجائے رضاکارانہ تحلیل کو مقدم سمجھا۔ اس نے عوام سے اپنا رابطہ کھو دیا اور ان کے احساسات و مسائل سے کوئی سروکار نہ رکھا۔

(جمہوریت کی نشوونما)

www.bhutto.org

سیاسی جماعتیں

سیاسی جماعتیں ترقی بھی کرتی ہیں اور تنزل سے بھی ہمکنار ہوتی ہیں اور بعض دفعہ انہیں احیاء کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔ جمہوریت میں احیاء کے مواقع ہمیشہ موجود ہوتے ہیں، شرط یہ ہے کہ کوئی جماعت اپنے وجود کو توی کرنے کے عزم سے بالکل محروم نہ ہو جائے۔ جمہوری نظام ایسے احیاء کی ضمانت دیتا ہے۔ سیاسی جماعتیں انتخابات میں بار بار عروج، زوال اور پھر عروج کا دائرہ مکمل کرتی ہیں۔ اس لئے جب تک پاکستان میں جمہوریت ہے، مسلم لیگ دوبارہ برسراقتدار آنے کے امکانات کو معدوم نہیں کیا جا سکتا۔

جدید قومی ریاست کی عمارت خواہ وہ جمہوری ہو یا آمرانہ، اس کی جڑیں جماعتی نظام میں ہوتی ہیں۔ آمریت میں ریاست کا پورا نظم ونسق حکومتی پارٹی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس میں اپوزیشن برائے نام ہوتی ہے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

کمیونسٹ پارٹی

کمیونسٹ پارٹی سوشلسٹ ریاست کے اندر اپوزیشن کے تمام نشانات کو ختم کر دیتی ہے اور یوں اقتدار پر اپنی اجارہ داری قائم کرتی ہے۔ پارٹی میں سلسلہ وار تبدیلیاں بھی پارٹی کے اتحاد اور غلبہ کے بنیادی اصول کو آج تک متاثر نہیں کرنے پائیں۔ طاقتور پارٹی کی اساس، مرکزیت اور نظم وضبط۔ باقی رہنے والے یہ وہ اسباق ہیں، جو خانہ جنگی میں بالشویکوں نے اپنی فتح سے حاصل کیے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

جمہوریت کا لائحہ عمل

اس کے برعکس جمہوریت کا لائحہ عمل بالکل الٹ ہوتا ہے۔ آئینی اپوزیشن کے بغیر جمہوریت زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے حکمران جماعت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دوسری سیاسی جماعتوں کا احترام کرے۔ حقیقی جمہوریت میں سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ برسراقتدار جماعت کو عوام کی لازمی تائید حاصل ہو۔ اگر وہ عوام کی تائید سے محروم ہو جاتی ہے تو اسے اقتدار اس جماعت کے حوالے کر دینا چاہیے، جسے عمومی تائید حاصل ہو۔ اس عمومی تائید کا ذریعہ انتخابات ہوتے ہیں۔

(جمہوریت کی نشوونما)

www.bhutto.org

جمہوریت اور سیاسی جماعتیں

جمہوریت میں تمام سیاسی پارٹیوں کیلئے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ عوام کی رائے اور جذبات کو ملحوظ خاطر رکھنے کی سعی کریں۔ جو پارٹی عوامی خواہشوں اور امنگوں کی زیادہ ترجمان ہو، وہ کامیاب ہوتی ہے۔ ترقی اسی تقابل سے ہوتی ہے۔ جو پارٹی اقتدار سے باہر ہوتی ہے، وہ رائے دہندگان کی تائید حاصل کرنے کیلئے برسر اقتدار جماعت کے مقابلے میں زیادہ دلکش اور دلفریب وعدے کرتی ہے تاکہ انہیں اپنا ہموا بنا سکے۔ اس تقابل میں کچھ نقائص بھی ہوتے ہیں۔ اکثر مواقع پر، بالخصوص غیر ترقی یافتہ ممالک میں ووٹ حاصل کرنے کیلئے غیر ذمہ دارانہ وعدے کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے غلط وعدوں کے بارے میں جب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ یہ محض سیاسی سٹنٹ تھے، تو ان میں مایوسی اور شکست خوردگی کا احساس اجاگر ہو جاتا ہے۔ تاہم ان نقائص کے باوجود متحارب سیاسی جماعتوں میں مستقل آویزش اور تقابل سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

جمہوریت کے تقاضے

جمہوریت میں ایک سیاسی جماعت مستقل نظریاتی مقاصد کی حامل ہونی چاہیے۔ وقتاً فوقتاً مختلف چیزوں کی اہمیت کے بارے میں فرق پڑ سکتا ہے، لیکن مستقل نصب العین کی عدم موجودگی میں کوئی سیاسی پارٹی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ تمام دنیوی اشیاء اضافی ہوتی ہیں، اس لئے مختلف مواقع پر مستقل نوعیت کے مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔ اگر سیاسی جماعتیں اپنی زندگی کی طوالت کی خواہاں ہوں، تو انہیں مستقل کے مقاصد کے حصول کے بعد پائیدار نوعیت کے حامل نئے مقاصد فوری طور پر اپنانا چاہئیں۔

(جمہوریت کی نشوونما)

جمہوریت سیاسی پارٹیوں کا طریق کار

جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کو اپنی ذاتی قوت پر انحصار کرنا چاہیے۔ صرف اسی صورت میں برسر اقتدار جماعت سے کئے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا کر سکتی ہے اور اسی صورت میں وہ اپنے وعدوں کی ناکامی کی ذمہ داری قبول کر سکتی ہے۔ دوسری جماعت کے ساتھ مشترک ذمہ داری کمزوری کی علامت ہوتی ہے اور

www.bhutto.org

حقیقی ذمہ داریوں سے فرار کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایسے حالات میں اپوزیشن میں رہنا زیادہ باعزت ہوتا ہے۔ اتحاد کی ضرورت صرف انتہائی قومی اہمیت کے مسائل پر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ صرف ہنگامی دور میں سیاستدانوں کو اپنے اختلافات اور جذبہ انتقام کو دبا دینا چاہئے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

ایک سیاسی جماعت کے لیے ضروری شرائط

ان ضروری شرائط کے ساتھ جن کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ ایک سیاسی جماعت خود کو ایک اچھی طرح کام کرنے والی مشین کی طرح خوش اسلوبی سے منظم کرے۔ پارٹی کو قومی مزاج عوام کی ضروریات، اقدار کو ملحوظ رکھنے سے آگاہ ہونا چاہئے اور پھر ان اہم اور قابل غور بنیادوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصولوں اور نظریہ کو کچھ اس طرح استوار کرنا چاہیے کہ وہ صرف ایک گروہ بلکہ زیادہ سے زیادہ افراد کیلئے قابل قبول ہو۔ یہ ایک عظیم کام ہے، اس لئے اسے پوری فراست، شعور، بصیرت اور عزم واستقلال سے کرنا چاہئے۔ ری پبلکن پارٹی کی بصیرت کے بارے میں مجھے شبہ ہے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

سیاسی جماعتیں اور عوام

جس طریقے سے پارٹی میں افراد اکٹھے کیے گئے ہیں، وہ بھی ایک اہم عنصر ہے۔ عوام کا باہمی اتحاد ہی پارٹی کو استحکام بخشتا ہے۔ اس ملک میں جوہر قابل کی کمی نہیں۔ لیکن اس کی دریافت اور پھر اسے اپنے ساتھ ملانے کیلئے ان تھک مساعی کی ضرورت ہے، جو لوگ پارٹی کے وفادار ہیں، انہیں ذمہ دار عہدوں پر فائز کرنا چاہیے۔ نوجوان، مزدوروں اور کسانوں کو بھی اس میں مؤثر نمائندگی ملنی چاہیے۔

(جمہوریت کی نشوونما)

تنازعہ کی پیدائش

تنازعہ اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب کوئی دعویٰ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے تنازعے کی ابتدائی شرط دعویٰ اور اس کا استرداد ہے۔ کسی تنازعہ کو یا تو پُر امن ذرائع سے یا جنگ کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ انسانی

تہذیب کی تاریخ میں مؤخر الذکر طریقہ پوری طرح استعمال کیا جا چکا ہے۔ البتہ ماضی قریب میں خود مختار اور آزاد اقوام نے دوسرے متبادل امکان کا تجربہ کرنے کے واضح رجحان کا اظہار کیا ہے۔ جدید جنگ کی مکمل تباہی کے امکان نے اقوام کو عملاً مجبور کر دیا ہے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ مذاکرات، بحث و تمحیص اور مفاہمت میں حصہ لیں، یہ امر ایٹمی دور سے پہلے نہ ضروری تھا اور نہ ہی ممکن۔ اگرچہ ہم میں ابھی تک کچھ لوگ موجود ہیں، جو اس خیال سے سختی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں کہ صرف جنگ ہی تنازعات کو نمٹانے کا مؤثر ترین طریقہ ہے۔ یہ خیال اس حقیقت کے بعد بھی برقرار ہے کہ جنگ ان مسائل کو ختم کرنے کی بجائے جن سے جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں، بہت سے نئے مسائل اور انتقامی لڑائیوں کو جنم دیتی ہے۔

(سیاسی اور قانونی تنازعات کا فرق)

تنازعات کی کیفیت

غالباً قانونی تنازعات کو سیاسی تنازعات سے ممیز کرنے کا صحیح ترین اور مناسب ترین طریقہ یہ ہے کہ قانونی تنازعات وہ تنازعات ہیں جنہیں موجودہ قانونی اصولوں کو استعمال میں لا کر حل کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ سیاسی تنازعات وہ ہوتے ہیں جو تنازعہ کے فریقین پر چھوڑ دیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے اصولوں کے مطابق انہیں حل کر لیں۔ اس بات پر زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ تنازعہ کی نوعیت کا انحصار نفس مضمون پر نہیں بلکہ قطعاً اس معیار پر ہے جو تنازعہ کو حل کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(سیاسی اور قانونی تنازعات کا فرق)

سقم کا نظریہ

سقم کا نظریہ مقابلتاً لامرکزی بین الاقوامی قوانین تک محدود نہیں، بلکہ یہ مرکزی قومی قوانین میں بھی موجود ہوتا ہے۔ سقم کا نظریہ خطرناک فسانہ طرازی ہے اور یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ یہ انتہائی ترقی یافتہ قومی ضابطہ ہائے قوانین کے جسد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس خیال کی تائید کرنا قطعاً غلط ہوگا کہ مروجہ قانون کا کسی مخصوص مسئلہ پر اطلاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس میں کوئی ایسا عمومی معیار نہیں ہے، جو اس کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

(جارحیت کی تعریف)

سلامتی کونسل

میں معترف ہوں کہ سنہ ۱۹۴۵ء سے عالمی قانون نے تیز رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کی ہے۔ اس کے باوجود بین الاقوامی قانون جو "میونسپل لا" سے واضح طور پر مختلف ہے، ابھی لامرکزی قانون ہے اور دونوں قوانین کے درمیان نہایت واضح فرق ہے۔ میں عالمی عدالت انصاف کے وجود سے آگاہ ہوں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان ملکوں کے موضوعی تحفظات سے بھی باخبر ہوں، جو اس کے دائرہ کار کو تسلیم کرتے ہیں۔ میں سلامتی کونسل کے وجود اور امن وسلامتی کو برقرار رکھنے کے سلسلہ میں اس کی بنیادی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں، لیکن منشور کے آرٹیکل ۲۷(۳) سے بھی باخبر ہوں، جو منطقی نتائج کے تمام امور پر حاوی ہے۔

(جارحیت کی تعریف)

جارحیت کی تعریف

اس لئے اگر ہم نے موجودہ لمحے میں جارحیت کی تعریف یا تشریح کی کوشش کی، تو یہ حصول مقصد کے ضمن میں ایک افسوسناک شکست ہوگی۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں تعریف ناممکن ہے۔ اس کا مطلب تمام عالمی مسائل پر دوہرے معیار اور سیاست کے ذریعے قانون کی ظالمانہ قید کا اطلاق ہوگا۔ چنانچہ میرے وفد کو اندیشہ ہے کہ بین الاقوامی کی موجودہ حیثیت میں جارحیت کی قانونی تعریف ناممکن ہے۔ صرف سیاسی تعریف ممکن ہے۔ بلاشبہ اسے قانونی کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کی ایک سیاسی تعبیر اہمیت اور نقطہ نظر ہوگا۔

(جارحیت کی تعریف)

ویٹو کا حق

اپنے دفاع کے حق کے غلط استعمال سے جنگ چھڑ جانے کی صورت میں، جنگ یا جوابی کارروائی کو روکنے کی بجائے ویٹو کا حق جنگ کو روکنے میں رکاوٹ ڈالے گا۔ بین الاقوامی قانون کی موجودہ کیفیات میں اس قسم کے غلط استعمال کے امکان کے پیش نظر اور چارٹر میں بنیادی ترمیم یا اس پر نظر ثانی کئے بغیر کیا جارحیت کو ایک بین الاقوامی جرم قرار دینا قطعاً نامناسب ہوگا؟ یہ ایک ایسا جرم ہوگا جو ایسے مواقع پر جوابی جارحیت کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوگا جبکہ اخلاقی اور قانونی طور پر مہذب اقوام ننگے جارح کی غلط کاریوں کے خلاف

انفرادی اور اجتماعی اقدام کی پابند ہوں گی۔ایسے جارح کے خلاف جو انتہائی ڈھٹائی اور خود نمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جارحیت کو اپنے دفاع کے حق کے غلط استعمال کے پیچھے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ بین الاقوامی کی نہایت مؤثر دفعہ کو اگر اس طرح محدود کر دیا گیا تو یہ خالی معیاروں کا ایک مجموعہ ہو کر رہ جائے گا۔

(جارحیت کی تعریف)

اقتصادی جارحیت

اگر جارحیت کی عمومی سطح پر کوئی قابل قبول تعریف ہے، اگر ہم جارحیت کی اقسام کو ختم کرنے اور لپیٹنے پر اکتفا کرتے ہیں، تو اس تعریف میں اقتصادی جارحیت کو بھی شامل کرنا چاہیے۔اس ضمن میں روس کی قرارداد کا پیراگراف ۳ (الف) اور (ج) میرے وفد کے خدشات کو دور کرنے کیلئے کافی نہیں ہے۔اگر ہم کوئی تعریف متعین کرنا چاہتے ہیں، تو پھر اس تعریف میں اقتصادی جارحیت سے متعلق ایک علیحدہ آرٹیکل شامل کیا جانا چاہیے جس میں واضح اور غیر مبہم انداز میں کہا گیا ہو کہ اگر زیریں دریائی ممالک ان دریاؤں کے پانی کے حق سے محروم کر دیے گئے جو دو یا زیادہ ممالک میں بہتے ہیں، تو یہ اقتصادی جارحیت ہوگی یا بالواسطہ جارحیت کا ارتکاب ہوگا۔میرا وفد اس مسئلہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

(جارحیت کی تعریف)

جارحیت اور آب پاشی کا نظام

اگر آبپاشی کے پانی کی معمول کے مطابق اور ضروری سپلائی میں کوئی مداخلت ہوئی تو میرے ملک کو مکمل تباہی کے خطرے کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ جارحیت کی انتہائی عداوت انگیز اور تباہ کن صورت ہوگی۔ یہ ہرے بھرے مرغزاروں کو نیز زرخیز میدانوں کو تپتے ہوئے صحرا میں تبدیل کر دے گی۔ یہ وسیع پیمانے پر قحط، مایوسی اور خوف کو جنم دے گی۔ یہ فی الواقع کسی شہری حکومت کیلئے خانہ جنگی اور خونریزی پر کنٹرول کو ناممکن بنا دے گی۔قحط و افلاس اس مہذب شہریوں کو آدم خوری پر مجبور کریں گے۔یہ شرافت و اخلاق کے تمام تصورات کو تباہ کر دے گی۔ فی الواقع اس قسم کی جارحیت کا یہی نتیجہ ہوگا۔ یہ صورت حال صرف میرے ملک سے مخصوص نہیں بلکہ کئی اور ملک بھی ہیں، جو اپنی جغرافیائی پوزیشن اور بین الاقوامی دریاء سے آبپاشی

کے پانی کی فراہمی پر اقتصادی انحصار کی وجہ سے اس قسم کی جارحیت کے خطرہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔

(جارحیت کی تعریف)

عالمی جنگ

میں نے اکثر سنا ہے کہ عالمی جنگ کی صورت میں کوئی فاتح ہوگا نہ مفتوح۔ یہ بات بظاہر صحیح ہے، لیکن پھر بھی اگر کسی کو مضحکہ خیز یا مصنوعی فتح حاصل ہوئی تو یہ نعشوں پر دم توڑتے اور سسکتے ہوئے شخص کی فتح ہوگی اور یہ دم توڑتی ہوئی طاقت کیلئے لمحاتی مسرت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھے گی کہ اس نے تہذیب کی مکمل تباہی، اپنے گھروں اور یونیورسٹیوں، ہمارے آرٹ اور سائنس کے مراکز، ہماری مساجد، مندروں اور گرجاؤں، ہمارے تاج محلوں اور ویسٹ منسٹر ایبے کی تباہی کو دیکھا ہے اور خود سسکیاں لیتے ہوئے معصوم بچوں اور مفلوج بیواؤں کے درمیاں آخری سانس لے رہا ہے۔ اس لئے یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم مستقل امن کیلئے کام کریں اور ایک انگریز شاعر کے الفاظ کو صرف توقعات ہی کا نہیں بلکہ حقیقت کا جامہ پہنائیں، جس نے اس دن کا تصور کیا تھا۔

"جب نوع انسانی کی پارلیمنٹ میں، دنیا کے ایک وفاق میں، جنگ کے طبل نہیں بجیں گے اور جنگ کے پرچم نہیں لہرائیں گے۔"

(جارحیت کی تعریف)

سمندری حدود اور پاکستان

پاکستان کا تمام سمندری قوانین سے گہرا تعلق ہے۔ اس قانون کا ہر حصہ دوسرے حصہ سے اس طرح منسلک ہے، کہ وہ ایک دوسرے کا جزو لاینفک بن کر کل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ پاکستان کے دونوں حصے وسیع ساحل رکھتے ہیں۔ اس کی ماہی گیری ہر دو لحاظ سے یعنی اندرون ملک کھپت اور بیرون ملک برآمد کے لئے اقتصادی اہمیت رکھتی ہے۔ ہماری ماہی گیری کی صنعت تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور اس کے فروغ سے نہ صرف بہت سے افراد پر جو اس پیشہ سے وابستہ ہیں بلکہ پوری قوم کی خوشحالی پر اس کا اثر پڑ رہا ہے۔ سمندری تہہ اور زیریں علاقہ دونوں کی زیر زمین دولت جدید ٹیکنیکی ذرائع سے تلاش کی جارہی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سمندر ہی ہے جو مشرق اور مغربی پاکستان کو باہم ملاتا ہے اور قدرت کی اس وسیع

قوت کے ذریعے ہم جغرافیائی طور پر نا قابل تقسیم ریاست کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ شاید اس مقصد کے پیش نظر کھلے سمندروں کی آزادی کا تصور ہمارے لئے دوسرے ممالک کی نسبت جن میں بڑی طاقتیں بھی شامل ہیں، زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

(علاقائی سمندری حدود)

ہمارا قانونی حصہ

ہم زبردستی کی چھینا جھپٹی کی پالیسی پر یقین نہیں رکھتے۔ ماضی میں سامراجی قوتیں دوسرے ممالک پر اپنا تسلط قائم کر لیتی تھیں، اب وہ ممالک مکمل طور پر آزاد ہیں۔ اس پالیسی کی بنیادی خرابی کو جانتے ہوئے سمندروں کی زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی ہوس کی پیاس کو بجھانے کی پالیسی سے احتراز کرنا چاہیے۔ ہم سیاسی نوآبادیات کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے۔ ہم صرف وہی لیں گے، جو قانونی طور پر ہمارا ہے۔ اس سے کسی چیز کے ایک انچ بھی زائد کے خواہ وہ زمین میں ہو یا فضا میں، سمندر میں ہو یا خلا میں، طلب گار نہیں۔

(علاقائی سمندری حدود)

بالائی ساحلی باشندوں کا حق

بالائی ساحلی باشندوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ زریں ساحلی باشندوں کی رضامندی کے بغیر مشترکہ دریاہ کے پانی کے بہاؤ میں کسی قسم کی مداخلت کریں۔ اس قسم کے ضوابط کی بہت سی مثالیں امریکہ میں موجود ہیں۔ تاہم بھارت کی ریاستوں اور صوبوں سے، جو ہمارا ہمسایہ ملک ہے، مثالیں پیش کرنا شاید زیادہ مفید ہو، کیونکہ بھارت میں صوبوں اور ریاستوں کی ایک فیڈریشن ہے۔

(بین الاقوامی قانون میں دریا کے ساحلی باشندوں کے حقوق)

اقوام متحدہ کے اراکین کی زمہ داری

اگر کوئی فریق اپنے اختلافات کو حسن سلوک یا ثالثی کے ذریعے طے کر دے تو پھر اقوام متحدہ کے اراکین پر یہ لازم ہے کہ وہ اختلافات کو پُر امن طور پر طے کرنے کیلئے اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق طریق کار کو

اختیار کریں۔ کسی ملک کی قانونی حیثیت کمزور ہوتی ہے تو صرف اسی صورت میں وہ تنازعات کے تسلیم شدہ، مہذب اور پُرامن طریق کار کو اختیار کرنے سے ہچکچاتا ہے۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

سوشل آرڈر

صرف وہی شخص یا افراد معاشرے کی روایت کے خلاف تشدد آمیز کارروائی کرنے کے مجاز ہیں، جن کے ذریعہ معاشرے کا نظام چلتا ہے۔ اس طرح "سوشل آرڈر" طاقت کے استعمال کو معاشرے کا اجارہ بنا دیتا ہے اور ایسا کرنے سے اپنے ارکان کے تعلقات کو کنٹرول کر کے پُرسکون رکھتا ہے۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

اقوام متحدہ کو بالادستی کا حق نہیں

اقوام متحدہ نہ تو کوئی برتر ریاست ہے اور نہ کوئی بالاتر مملکت۔ اسے بالادستی کا اختیار حاصل نہیں، تاہم اس کا وجود ممبر ممالک کی بالادستی میں دوررس استحقاق کا باعث بنتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ارکان نے باضابطہ طور پر حاکمیت کے بعض انتہائی اہم روایتی اختیارات سے دستبرداری اختیار کر لی ہے، مثلاً: جنگ کرنا یا جارحیت کا مرتکب ہونا۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

چھوٹے رکن ممالک کو کیا کرنا چاہیے؟

چھوٹے رکن ممالک کو سب سے زیادہ توجہ تنظیم کے فروغ اور اس کو مضبوط بنانے کی طرف دینی چاہیے تاکہ وہ ان کیلئے سلامتی کے ایک مضبوط قلعہ میں بدل جائے اور عظیم طاقتوں سے مغلوب اور ایٹمی تباہی سے خوفزدہ اور ہراساں اس دنیا میں ان کیلئے ڈھال اور روک کا کام دے۔ امریکہ اور روس شاید اقوام متحدہ کے بغیر زندہ رہ سکیں۔ میں نے شاید اس لئے کہا ہے کہ ان دو عظیم طاقتوں کا بھی اس عالمی تنظیم کی چھتری کے بغیر زندہ رہنا محال نظر ہے۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

حساب کی بھول

دنیا بھر کے عوام کمل تباہی کے دائمی خوف میں زندہ ہیں۔ چند منٹوں میں شہروں کو تباہ اور کھیتوں کو بنجر کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں یقین نہیں ہے کہ فی الوقت کوئی ایٹمی طاقت استحصال اور تباہی کی ایسی جنگ چھیڑ سکتی ہے جسے نہ تو تصور قبول کر سکتا ہے اور نہ ہی چنگیز خان کا ظلم وستم تصور میں لاسکتا ہے۔ تاہم حساب کی بھول چوک، غلطی اور اتفاقی حادثہ کے ان امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جو تباہی و بربادی کے دروازے کھول سکتے ہیں۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

تخفیف اسلحہ کی منوثریت

تخفیف اسلحہ حقیقی اور موثر ہونا چاہئے یعنی نہ کنٹرول کے بغیر تخفیفِ اسلحہ اور نہ تخفیفِ اسلحہ کے بغیر کنٹرول۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے آخری اجلاس میں یہ تجویز پیش کرنے کا اعزاز مجھے حاصل ہوا اور اس کی متفقہ طور پر تائید ہوئی کہ تخفیفِ اسلحہ کے اقتصادی نتائج کا تفصیلی جائزہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ تخفیفِ اسلحہ کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اس قسم کا جائزہ بھی لیا جائے تاکہ عام اور مکمل تخفیفِ اسلحہ کیلئے ہم ضروری اعتماد اور تحفظ کا احساس پیدا کر سکیں۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

غریب ممالک کی اقتصادی اور صنعتی ترقی

انسانیت صحیح معنی میں ترقی نہیں کر سکتی اگر بعض اقوام تاریخی اسباب کے تحت آگے آ جائیں اور باقی دنیا کو مایوسی، افلاس اور بیماری کے اندھیروں میں بھٹکنے کیلئے پیچھے چھوڑ دیں۔ اس کے برعکس ایسے بے توازن جذبات نئے مسائل پیدا کرتے ہیں، ترقی صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ پوری انسانیت بحیثیت مجموعی پیش قدمی کرے۔ اگر بعض ممالک میں فی کس آمدنی دو ہزار ڈالر یا ۵۵۰ ڈالر ہے، تو اس سے دنیا کو کیا فائدہ جبکہ بنی نوع انسان کی اکثریت غربت وافلاس میں زندگی بسر کرتی ہے۔ غریب ترین ممالک کی اقتصادی و صنعتی ترقی کا مرکزی مسئلہ ابھی تک معرض التوا میں ہے اور اس کی حیثیت ایک عالمگیر چیلنج کی سی نہیں ہو سکتی۔ جن کے بارے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پچھلے پندرہ سال سے ہر سال بحث ہوتی ہے اور جو دنیا بھر کے لئے فوری توجہ کا مسئلہ بن گیا ہے۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

زندگی کو کامیابیوں سے بھی جانچا چاہیے

لیکن انسانیت کے دل سے خون اس وقت تک بہتا رہے گا، جب تک تمام لوگ آزاد نہیں ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہمارے دل و دماغ کیا ان کے ساتھ نہیں ہیں جو ابھی تک آزادی اور مساوات کی جدوجہد کر رہے ہیں؟ ممکن ہے کوئی طاقت عوام کی نجات میں تاخیر کر دے لیکن ایسی صورت میں قدرت اس سے اس کی گراں قیمت وصول کرتی ہے۔ جنرل اسمبلی بلاشبہ ان غیر حل شدہ مسائل پر بے حد مضطرب ہے۔ اگر اقوام متحدہ کی کارکردگی کا تاریک پہلو سے جائزہ لیا جائے تو شاید ان ناقابل حصول مقاصد، ناکام امیدوں اور تشنہ مسائل کو اس کی ناکامیوں میں شمار کیا جائے گا۔ لیکن زندگی کو صرف ناکامیوں ہی سے نہیں بلکہ کامیابیوں سے بھی جانچنا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ اقوام متحدہ بالآخر ان مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

(اقوام متحدہ کے تاثرات)

خارجہ پالیسی کا عمومی مقصد

خارجہ پالیسی کا عمومی مقصد پاکستان کیلئے خیر سگالی کی فضا پیدا کرنا اور ان تصورات کی ترویج و اشاعت ہے، جن کا پاکستان علم بردار ہے۔ مزید آں اس کا مقصد دوسرے ممالک سے دوستانہ اور ثقافتی تعلقات کو وسعت و فروغ دینا اور ان کے ساتھ صحیح قسم کے تعلقات قائم رکھنے میں حکومت کی مدد کرنا ہے۔

ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں، لیکن ہمیں خود کو حالات کے مطابق ڈھالنا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی پالیسی کے طریقہ کار کو متوازن بنانے کیلئے گہری سوچ بچار کے ایک مشکل عمل سے دوچار ہونا پڑا۔ کیونکہ ماضی میں اس کا کوئی مقصد یا سمت نہ ہونے کی بنا پر ہمیں خاصا نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اگر اس شعبے میں کام کرنے والے کارکن اس بات کا واضح شعور رکھتے ہوں کہ اندرون ملک ان سے کیا توقعات وابستہ کی جاتی ہیں، تو انہیں مرکز سے واضح لیکن جامع اور مسلسل ہدایات ملنا انتہائی ضروری ہے۔

(خارجہ پالیسی اور بیرونی معاہدوں کی سیاست)

دو طرفہ تعلقات

پاکستان کے حالیہ مواعید سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی کے خالقوں نے غیر

جانبدار رہنے کی اہمیت اور تیسری طاقت کے ظہور کے امکانات کو مسترد کر دیا ہے۔ اس ضمن میں امریکہ کی خارجہ پالیسی پاکستان کی پالیسی سے غیر مشابہ نہیں ہے۔ امریکہ کی نام نہاد دو طرفہ بنیاد پر تعلقات کی پالیسی کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ آہنی پردے سے باہر کی تمام اقوام کو باہمی معاہدوں کے ایسے جال میں پھنسا لیا جائے کہ اگر کمیونسٹ ممالک سے جنگ کی صورت پیدا ہو جائی، تو پھر یہ تمام ملک اس میں الجھ جائیں۔

(خود حفاظتی کے معاہدے اور حفاظتی انتظامات)

ذاتی تحفظ کی اصطلاح

اس لئے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کے ''ذاتی تحفظ'' سے متعلق ساتویں باب اور علاقائی انتظامات سے متعلق آٹھویں باب کی شرائط کا جائزہ لیا جائے۔ بین الاقوامی سیاست کے وقائع اور تاریخ کی روشنی میں خود حفاظتی کے معاہدوں اور علاقائی انتظامات میں خط فاصل کو واضح کرنے کی اشد ضرورت ہی۔ اس میں شک نہیں کہ اس ضمن میں بہت سی باتیں گنجلک ہوگئی ہیں اور الجھ گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان دونوں میں خط امتیاز کھینچنے کی اشد ضرورت ہے۔ ''ذاتی تحفظ'' کے معنی یہ ہیں کہ اپنے حق کی حفاظت یا اس میں دوسرے کی مداخلت کو روکنے کیلئے دوسرے کے حقوق کی خلاف ورزی کرنا۔ اس حق کو ایک ایسے بین الاقوامی قانون کے تحت تسلیم کیا گیا ہے، جس کی حیثیت آفاقی ہے اور جس پر کوئی معاہدہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ ان گنت قانون دانوں کی رائے ہے کہ یہ ایک ایسا فطری و پیدائشی حق ہے جسے صرف معاشی طریق نے ہی جسے قانون کہتے ہیں، تسلیم نہیں کیا بلکہ اخلاقی ضوابط اور مذہب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مثلاً: اسلام ذاتی تحفظ کے حق کو صاف صاف تسلیم کرتا ہے۔

(خارجہ پالیسی اور بیرونی معاہدوں کی سیاست)

خارجہ پالیسی کے اصول

کسی ملک کی خارجہ پالیسی کو اس کی غایت کے حوالے سے دیکھا اور سمجھا جاتا ہے۔ اس کی پرکھ کیلئے ان اصولوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے، جن کے تحت خارجہ پالیسی تشکیل کی جاتی ہے۔ ان اصولوں کی حقیقت تک پہنچنا، کسی پالیسی کی ظاہری صورت سے کہیں زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اگر دو طرفہ معاہدے کی شرائط ریاست کے معروف اصولوں سے متصادم ہوں تو دو طرفہ معاہدوں کی حمایت اپنے آپ باطل ہو جاتی ہے، اسی

طرح اگر یہ خدشہ ہو کہ چوطرفہ تعلقات ملک کے حالات اور مفادات کے معیار پر پورے نہ اتریں گے تو انہیں ختم کر دینا چاہیے۔ مثال کے طور پر آر۔سی۔ڈی قسم کے چوطرفہ معاہدے کو اس دوطرفہ معاہدے پر ترجیح دی جائے گی، جو ریاست کی خودمختاری سے متصادم ہو۔ اگرچہ خارجہ پالیسی کی خوبی کا انحصار ان کے مشمولات پر ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مختلف وجوہات ودلائل کی بنا پر دوطرفہ معاہدے قومی اور عالمی تعلقات کی بہتری کے سلسلے میں چوطرفہ تعلقات سے کہیں زیادہ بہتر اور فعال ہوتے ہیں۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

چوطرفہ معاھدات کی مجبوری

ہر وہ قوم جس نے چوطرفہ معاہدے کئے، بلاتخصیص فوجی اور معاشی مدد اور اعانت کے عوض نے میں فوجی معاہدے کرنے پر مجبور ہوتی رہی۔ ایسے تمام معاہدات کا بنیادی مقصد حلیف قوموں کو فوجی ذمہ داریوں کیلئے تیار کرنا تھا۔ فوجی معاہدات کے اس سلسلے کے بارے میں جو ساری دنیا میں کئے جارہے تھے۔ یہ وضاحت کی گئی کہ یہ اجتماعی دفاعی معاہدے ہیں اور اجتماعی اور انفرادی طور پر کیمونسٹوں کی جارحیت کے خلاف تحفظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دوسری طرف سوویت یونین اور چین اس امر پر قائم رہے کہ مغرب کے فوجی معاہدے اس جارحیت کے آلات ہیں، جن کے حوالے سے کیمونسٹ قوموں کو حصار میں لینے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ نیٹو کے حوالے سے جو فوجی دباؤ پیدا کیا گیا تھا، اس کے خلاف سوویت یونین نے مشرقی یورپ کی اعانت اور مدد سے وارسا پیکٹ کی تنظیم کی تشکیل کی۔ سرد جنگ کے ان پیچ دار دائروں میں اجتماعی تحفظ کے نام پر کئے گئے چوطرفہ معاہدے عالمی تناؤ میں اضافے کا بہت بڑا سبب بن گئے۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

چوطرفہ تعلقات کے مسائل

چوطرفہ تعلقات کو دوطرفہ تعلقات کی نسبت سے عمل میں لانا اور برقرار رکھنا، کہیں زیادہ مشکل عمل ہے اور اس سلسلے کا سب سے مشکل کام مختلف جغرافیائی منطقوں میں واقع ممالک کو فوجی اعتبار سے ایک رشتے میں پرونا ہے۔ یہ معاہدے اور تعلقات اسی صورت اطمینان بخش طور پر کام کرسکتے ہیں، جب ایک مثبت اور ٹھوس مشترکہ خطرے کا وجود ہو اور جونہی یہ مشترکہ خطرہ ختم ہوا یا کم ہوا یا اس کے کم ہونے یا ختم ہونے کے

آثار نظر آئے، ان معاہدوں اور تعلقات میں گڑبڑ پیدا ہونے لگتی ہے۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

چو طرفہ تعلقات اور پاکستان

دوطرفہ معاہدے بذات خود کسی اہم اور خوش کن خوبی کے حامل نہیں ہوتے۔ ایسے معاہدے اچھے ہوں یا برے، اس کا تمام تر انحصار میثاق کی شرائط پر ہوتا ہے۔ اس سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ ایوب خان کا یہ دعویٰ کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی دوطرفہ پالیسی کی خطیر ہے ایک بہت بڑا فریب تھا۔ پاکستان سیٹو اور سنٹو کا رکن ہے۔ دولت مشترکہ میں شامل ہے۔ کولمبو پلان میں شریک ہے اور قرضوں کیلئے کنسورشیم کا رکن ہی۔ اس قسم کے چوطرفہ معاہدوں کے جال کو شاید ہی کسی صورت میں ایک مثالی دوطرفہ کا نام دیا جاسکتا ہے۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

چو طرفہ تعلقات اور ایوب خان

حقیقت یہ ہے کہ صدر ایوب خان نے ذاتی وجوہات کی بناء پر پاکستان کو اس وقت بھی ان معاہدوں سے منسلک رکھا، جب کوئی جواز باقی نہ رہا تھا۔ ملکی تحفظ کو اپنی ذات کی حفاظت کیلئے داؤ پر لگا دینا، آمرانہ حکومت کیلئے کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ سی۔ آئی۔ اے کا خفیہ ہاتھ کس طرح ایک ایک کر کے ایشیا اور افریقہ کی حکومتوں کی تبدیلی کا باعث بن رہا ہے۔ ایوب خان یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسا کام کرے، جس سے امریکی انتظامیہ مشتعل ہوجائے۔ اسی لئے ایوب خان ہر حالت میں امریکی حکومت کی خوشنودی کا خواہاں تھا۔ خوش فہمی کی بنا پر ایوب خان کو یقین تھا کہ وہ اتنا طاقتور اور مستحکم ہے کہ اپنی حیثیت کو کمزور کیے بغیر ملکی مفاد کے خلاف جانے والی پالیسی وضع کرسکتا ہے۔ اسے اس بات کی بھی خوش فہمی تھی کہ وہ جب چاہے عوامی ہمدردیاں حاصل کرسکتا ہے۔ ان تمام خوش فہمیوں کے باوجود اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ ایک بڑی طاقت کی ناراضگی مول لے اور ایسے کئی واقعات بالترتیب رونما ہوئے جن سے واضح ہوگیا کہ کس طرح عوامی امنگوں کو نظر انداز کر کے غیر ملکی طاقت کو خوش رکھنے کی حمایت کی گئی۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

دولت مشترکہ

ہمارے چوطرفہ معاہدوں اور تعلقات کی ایک شکل دولت مشترکہ ہے۔ یہ ادارہ زنجیر پا بن چکا ہی۔ پاکستان ایک قومی اور بڑی طاقت کی حیثیت سے سامنے آتا، اگر ہم نے یہ بے کار پابندی اپنے اوپر عائد کر کے اپنی طاقت کو ضائع نہ کیا ہوتا۔ ملک کی آزادی کے وقت دنیا میں برطانوی مفادات کے تحفظ کیلئے سلطنت برطانیہ کو دولت مشترکہ کے قالب میں منتقل کیا جارہا تھا۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

فرخا بیراج کا تنازعہ

فرخا بیراج کا تنازعہ انصاف کی عالمی عدالت میں اس لئے نہ جاسکا کہ پاکستان دولت مشترکہ کا رکن تھا۔ حالانکہ دریا کے زیریں صارف کی حیثیت سے پاکستان کو یہ حق حاصل ہی کہ وہ عالمی قانون کے تحت اپنا حق حاصل کر سکے۔ دنیا میں گنگا اور سندھ صرف دو ہی دریا نہیں ہیں، عالمی حیثیت کے کئی دریا ہیں۔ جہاں کہیں بھی زیریں صارف کے حقوق کا سوال اٹھا ہے، اسے مناسب طریق کار سے حل کیا گیا ہے، لیکن ایوب خان کی حکومت نے مؤثر طریقہ کار کو اختیار نہ کیا۔ ایک مدت تک اس مسئلے سے آنکھیں پھیر کر نقصان اٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ بھارت اس بیراج کی تکمیل کے آخری مرحلے تک پہنچ گیا ہے۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

ایشیاء پر مرکوز خارجہ پالیسی کی ضرورت

پاکستان اس وقت تک اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا، جب تک وہ مخالف طاقتوں میں متوازن مقام حاصل نہیں کر لیتا۔ بنیادی طور پر یہ توازن ایشیا پر مرکوز خارجہ پالیسی کے احیاء سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے ہم ایشیا کا ایک حصہ ہیں اور یہ ایک غیر متبدل اور مستقل حیثیت ہے۔ جب تک ہم مختلف مقاصد رکھنے والے، دور دراز کے علاقوں اور ملکوں کے ساتھ، اپنے وسائل سے باہر، پابندیوں، تعلقات اور معاہدوں میں جکڑے الجھے ہوئے ہیں، اس وقت تک ہم ایشیا میں اپنا مقام پیدا نہیں کر سکتے۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

پاک ، امریکا تعلقات

دس سال سے زائد عرصہ تک امریکہ کھلے دل سے پاکستان کو اقتصادی امداد دیتا رہا۔ ابتداء میں تو یہ امداد گرانٹ کی صورت میں ملتی رہی۔ پھر اس کی جگہ قرضوں نے لے لی اور اب یہ امداد باسود قرضوں کے طور پر ملتی ہے حتیٰ کہ اب ان قرضوں کا بار تشویش ناک حد تک بڑھ گیا ہے اور اب ان کی مالیت تین ارب ڈالر سے بھی زائد ہے، مگر ان قرضوں اور عطیات کے باوجود بھی پاکستان کا شمار دنیا کے غریب ترین ملکوں میں ہوتا ہے بلکہ یہاں ابھی تک صنعتی ڈھانچے کی بنیاد بھی نہیں رکھی جا سکی۔ درحقیقت پاکستان کو اقتصادی امداد نہیں بلکہ ایسا اقتصادی نظام درکار ہے جو پسماندہ ممالک کی ضروریات کے عین مطابق ہو۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

پاکستان دباؤ کے سامنے سر نہ جھکائے

اب پاکستان کیلئے ضروری ہی کہ وہ ہر قسم کے دباؤ کا مقابلہ کرے اور بین الاقوامی حالات میں تبدیلی کا انتظار کرے۔ ایسی تبدیلی ضرور آئے گی اور اس کے آنے میں زیادہ دیر بھی نہیں۔ فوری مسائل خواہ کچھ بھی ہوں مگر ایشیا کا آئندہ راستہ چین کی مرضی کے خلاف متعین نہیں کیا جاسکتا۔ بصورت دیگر بے مثال قتل و خوں اور افراتفری کا خطرہ اپنی جگہ موجود رہے گا۔ جن لوگوں نے پاکستان کی باگ ڈور سنبھالی ہے، ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ موجود مشکلات کا دور بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ ہمیں مضبوطی کے ساتھ قدم جمائے رہنا چاہیے خواہ ہم اس میدان میں اکیلے ہی کیوں نہ رہ جائیں۔ مستقبل نہایت تابناک ہے بشرطیکہ ہم دباؤ کے سامنے سر نہ جھکادیں۔ پاکستان عرصہ سے تکالیف اٹھا رہا ہے مگر یہ تکالیف اب ختم ہونے والی ہیں۔

(پاکستان اور بیرونی معاہدے)

یورپ اور امریکا کا استحصال

یورپ اور امریکہ جہاں دنیا کی صرف تیس فیصد آبادی بستی ہے، وہ کل قومی آمدنیوں کا ۸۰ فیصد سمیٹ لیتے ہیں۔ اس کے برعکس ایشیا اور افریقہ، جو دنیا کی آبادی کا ۶۰ فیصد ہیں، اپنی آمدنی کے صرف سترہ فیصد کیلئے مشقت کرتے ہیں۔ کثرت اور غربت کی یہ انتہا ممکن ہے نئی بات نہ ہو لیکن اب اس سمٹتی ہوئی دنیا

میں اس نے واضح اور شدید صورت اختیار کر لی ہے۔ اس واضح فرق نے امیر اور غریب دونوں کو صدمہ پہنچایا ہے۔ اس لئے عالمی قیمتوں میں استحکام کی ضرورت اتنی واضح ہے، جتنی لازمی ہے۔ مشروط امداد

امداد کا مقصد

امداد کا ایک مخصوص مقصد ہوتا ہے اور یہ مقصد خیرات نہیں ہوتا بلکہ یہ تو باہمی خود حفاظتی ہے۔ دوسروں کو استبدادیت سے بچانا خود اپنی حفاظت ہے۔ تعمیر نو کے بعد یورپ سے کیمونزم کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ غالباً ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی امداد اس سے بھی زیادہ ضروری ہے تاکہ وہ اپنی آزادی برقرار رکھ سکیں۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

ایشیاء کو اپنا سرمایہ لوٹا یا جائے

اس بات میں شبہ کی گنجائش ہے کہ بنی نوع انسان کی اجتماعی ضمیر طویل عرصے تک ایسے حالات زندگی کو برداشت کرتا رہے گا۔ ایشیائی قیادت کا نعرہ دائمی اجتماعی افلاس کے دھبے کو دھونا ہے۔ اس عظیم ترین چیلنج پر قابو پانے کی لئے ہر شخص کو کمربستہ ہو جانا چاہیے۔ انفرادی سطح پر تمام تر ممکن قربانیوں مسائل کو چھو تک نہیں سکتیں۔ صدیوں تک غیر ایشیائی لوگوں نے ایشیا کی محنت پر گزارہ کیا اور غریب سے امیر ہو گئے۔ ''سورج سے محروم، ریشم سے محروم اور گرم مسالوں سے محروم بحرِ اوقیانوس کے معاشرے'' کی مشرق کی دولت کو ہڑپ کر جانے کی بے پناہ ہوس نے ہمیں کنگال کر دیا ہے۔ یہ مسئلہ ان کا بھی اتنا ہی ہے جتنا ہمارا ہے۔ انہیں کم از کم جزوی طور پر ایشیا کو وہ سب کچھ واپس کر دینا چاہیے، جو اس کی ملکیت تھا۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

تمام دنیا کے عوام کی ضروریات

تمام دنیا کے عوام مناسب رہائش، تحفظ، آزادی اور ایک مقصد کا شعور چاہتے ہیں نیز اس مقصد کو اپنانے میں احساس شمولیت چاہتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی مقاصد ہیں جن کو اپنانے کے لئے انسان ہمیشہ سے جدوجہد کرتا رہا ہے۔ معاشرے میں جس حد تک یہ ضروریات پوری کی جاتی ہیں، وہ اس معاشرے کی ترقی کا پیمانہ ہے۔ تمام ضروریات مکمل طور پر کہیں بھی پوری نہیں کی گئیں۔ دنیا کے بہت سے علاقے ایسے ہیں

جہاں ابھی تک بنیادی ضروریات مہیا نہیں کی گئیں۔ جہاں خوراک، لباس، مکان، صحت اور تعلیم کی سہولتیں نایاب ہیں۔

تقریباً اچانک ہی ترقی پذیر ممالک کے عوام نے غربت، بیماری اور جہالت کے متعلق کچھ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ذرائع مواصلات کی ترقی، ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے باہم بڑھتے ہوئے روابط اور افکار کے اثرات نے ان لوگوں کے دلوں میں نئی آرزوئیں پیدا کر دی ہیں۔ حتیٰ کہ آزادی کی تحریکیں بھی معاشی بہتری کی خواہش کے ساتھ مربوط ہو گئی تھیں۔ آزادی اور عالم غربت کے قابل اصلاح ہونے کے احساس نے ایشیائی لوگوں کے تخیل کو متحرک کر دیا ہے۔

ایسی دنیا جس میں اہم سائنسی اور ٹیکنیکی ترقی نے غربت، بیماری اور کمر توڑ مشقت کا مادی جواز نہیں چھوڑا، اس میں زندگی کے حالات کو بہتر بنانا ہمارے وقت کا عظیم ترین چیلنج ہے۔ یہ ہنگامہ خیز بیداری بیک وقت خطرے اور امید سے پُر ہے۔

ابھی تک اس چیلنج کا خاطر خواہ طور پر مقابلہ نہیں کیا گیا۔ بڑھتی ہوئی آمدنی اور کم آمدنی کے منحوس چکر کی گرفت، کم بچتیں، سست رفتار سرمایہ کاری اور ترقی کی کمی کی موجودگی میں ترقی پذیر ممالک محسوس کرتے ہیں کہ غربت، غربت کو جنم دیتی ہے۔ غریب اور امیر کے درمیاں عدم مساوات شدید ہوتی جا رہی ہے، حالانکہ غربت اور دولت کی کثرت زیادہ دیر تک ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے؟)

غیر ملکی امداد کیوں ضروری ہے

اس بات کا بلا توقف اعتراف کر لینا چاہیے کہ غیر ملکی امداد کے بغیر دوسرے منصوبے کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ بیرونی سرمایہ ہی اندرونی سرمائے کے مؤثر استعمال کیلئے عمل انگیز ذریعہ کا کام دے سکتا ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ قبل از سرمایہ کاری سرگرمیوں مثلاً تعلیم اور صحت کی سہولتوں کی فراہمی، روابط کی سڑکوں اور ذرائع رسل و رسائل کی تعمیر اور تحقیق پر صرف ہوگا۔ یہ وہ سرگرمیاں ہیں جو معیشت کا بنیادی ڈھانچہ بناتی ہیں اور اسے پیداواری سرمایہ کاری کیلئے تیار کرتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی سرمایہ کاری محاصل پیدا نہیں کرتی اور زیادہ شرح سود والے قرضے امدادی رقوم کا قابل عمل بدل نہیں ہو سکتے۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

غیر ملکی امداد یا دولت کی واپسی

غیر ملکی امداد بڑی حد تک تلافی مافات ہے۔ یہ گویا ایشیا کے عوام کو اس دولت کے ایک حصہ کی واپسی ہے جو بے لگام سامراجیت کے دور میں ان سے چھین لی گئی تھی۔ لہٰذا مغرب کی طرف سے ایشیا اور افریقہ کے عوام کو وسیع پیمانے پر اقتصادی امداد دینے کی معقول اخلاقی وجوہات ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کے تعلق سے جنہیں وہ اس سے پہلے لوٹتے رہے ہیں، صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک کی اخلاقی ذمہ داری کے موضوع پر صدر سوئیکارنو کا ایک بیان دلچسپی کا باعث ہوگا۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

بیرونی تجارت کے فوائد

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو فوائد بیرونی تجارت کے میدان میں سامراجی ملک بٹور لیتا ہے، وہ اس سادہ خیال کی بہ نسبت بہت پیچیدہ ہوتے ہیں جو ''سستا خریدو اور مہنگا بیچو'' کا اصول ظاہر کرتا ہے۔ محکوم تجارتی منڈیوں کی ملکیت کے نتیجے میں صنعتیں قائم کرنا نیز پیشوں اور تجارت کا ممکن ہونا ہے جو دوسری صورت میں نہ تو ممکن ہوتے ہیں اور نہ ہی سودمند، ان صنعتوں، پیشوں اور تجارت سے حاصل ہونے والے فوائد اور آمدنی ملک کی ٹھوس قومی پیداوار میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ انیسویں صدی میں برطانیہ میں تجارتی اشیاء اور ہتھیار بنانے والے صنعتکاروں کا ہندستان میں برطانیہ کی سلطنت سے فوری رابطہ تھا۔ جیمز ایس ل نے برطانوی سلطنت ہند کے بارے میں کہا ہے ''یہ اونچے طبقہ کے لوگوں کیلئے بیرون ملک مفاد کا ایک وسیع نظام ہے۔'' مقبوضہ نوآبادیات کی وجہ سے ان صنعتوں کا جاری رہنا بھی ممکن ہو گیا ہے جو کم خرچ اشیاء پیدا نہیں کر سکتیں اور جو اس کے علاوہ آزاد تجارت اور مقابلے کی تیز ہواؤں کی وجہ سے جڑ سے اکھڑ سکتی تھیں۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

مشترکہ خطرہ کے خلاف متحدہ محاذ

اگر کسی مشترک خطرے کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنا ہے تو اسے اپنی اس روح اور قالب میں بھی متحد کیا جانا چاہیے، جس میں ہر ایک کی آزادی کے مختلف معانی نہ ہوں۔ اگر کسی مقصد کے معیار دوہرے ہوں تو یہ مقصد سراب جیسی حقیقت کا حامل ہوگا۔

(کیا غیر ملکی امداد خیرات ہے)

سمر قند میں ایک ناقابل فراموش دن

ہم نے سمر قند میں ایک نا قابل فراموش دن گزارا۔اس کے مشہور اور تاریخی مقامات اور مساجد کو دیکھا۔ تیمور اعظم اور وہاں کے جانشینوں کے اس حصار میں اسلامی فن تعمیر اور ثقافت کی شان وشوکت اس قدر نمایاں تھی کہ اس سے ہم بہت متاثر ہوئے۔ یہ احساس ہمارے لئے باعث فخر تھا کہ ہم اسی تاریخ، نسل او مذہب کا حصہ ہیں اگرچہ وقت اور سیاسی اور طبعی تبدیلی نے ہمیں الگ الگ کر رکھا ہے۔ بلند پہاڑوں، مختلف زبانوں اور نظریات کے باوجود جو ماضی کے سمر قند اور حال کے پاکستان میں حائل ہیں، ہم ایک غیر مرئی مگر دائمی رشتہ میں بندھے ہوئے ہیں۔اس موجودہ خلیج کے باوجود جو کسی گہری مماثلت سے اس سے اسلامی ورثہ کے عظیم اور دائمی ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ دوسرے روز ہم بذریعہ موٹر کار تاشقند روانہ ہو گئے۔راستے میں ہم نے اس عظیم شہر کے گردو پیش زرعی فارم دیکھے اور ان فارموں میں جو چہل پہل اور سرگرمیاں جاری تھیں،ان سے ہم بہت متاثر ہوئے۔

(پاکستان اور روس کے درمیان تیل کا معاہدہ)

ایٹمی ہتھیار

ایٹمی ہتھیاروں کی موجودہ مقدار اور آئندہ پیداوار کے بارے میں تو یہ قطعی ممکن ہے کہ ان کا معائنہ اور نگرانی کی جاسکے،لیکن ایسا کوئی محفوظ نظام نہیں ہے،جس کے تحت کسی ایک یا دوسرے فریق کے خفیہ ایٹمی ہتھیاروں کا پتہ چلایا جاسکے۔یہ فنی معاملہ ہے جس کی وجہ سے ایٹمی ہتھیاروں اور پابندی کا مسئلہ ۱۹۵۵ء سے جمود کا شکار ہے۔تاہم یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ اسلحہ کی تیاری پر پابندی عائد کرنے کے سلسلے میں حال ہی میں کوئی ایسی پیش رفت ہوئی ہے،جس سے چھپے ہوئے ہتھیاروں کے ذخائر کا پتہ چلانے کیلئے معائنے کے طریقوں میں غلطی کا امکان کم ہو کر اس حد تک پہنچ جائے کہ اس میں جو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اسے لازمی تخفیف اسلحہ کے بارے میں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

(تخفیف اسلحہ کے مسائل)

چین ایک عظیم ہے

ایک اور عنصر جو اس محدود طرز فکر کے حق میں دلیل کو تقویت دیتا ہے وہ جنیوا کانفرنس میں عوامی جمہوریہ چین

کی عدم شمولیت ہے۔ چین ایک عظیم طاقت ہے اور اس عظیم ہمسایہ ملک کی شرکت اور اس کی تخفیف اسلحہ کی اسکیم کو قبول کیے بغیر عمومی اور مکمل تخفیف اسلحہ کی تکمیل کا مقصد ناممکن ہے۔ اس امکان کی عدم موجودگی میں تخفیفِ اسلحہ کے مسئلہ کے بارے میں واحد حقیقت پسندانہ طرز عمل یہ ہے کہ پہلے تخفیفِ اسلحہ کے ان ابتدائی اقدامات کو نافذ کیا جائے، جن کا ذکر میں نے کیا ہے۔

(تخفیف اسلحہ کے مسائل)

پاکستان افریقہ اور ایشیاء کا ساتھ

تخفیف اسلحہ کے علاوہ دنیا کو درپیش بڑے بڑے مسائل میں، دم توڑتا ہوا نوآبادیاتی نظام بھی شامل ہے۔ گزشتہ پندرہ برسوں میں ایشیا اور افریقہ میں نئی قوموں کے ظہور نے دنیا کی تاریخ میں بہت ہی اہم نئی طاقت کو جنم دیا ہے۔ اب انسانی معاملات کو تمام نسلوں اور قوموں کو مل جل کر اور برابری کی بنیاد پر سلجھانا چاہیے۔ نوآبادیاتی نظام کا دور اپنی ہمسفر غلامی اور ایک قوم کی دوسری قوم پر برتری کی برائیوں کے ساتھ تاریخ کے اندھیرے غاروں میں جا چکا ہے۔ بہرحال ایشیا اور افریقہ کے کچھ باقی ماندہ علاقوں میں نوآبادیاتی تسلط کے اثرات باقی ہیں، جہاں قومی آزادی کے لئے شدید قسم کی جدوجہد جاری ہے۔ ایک سابقہ نوآبادیاتی ملک کی حیثیت میں، پاکستان افریقہ اور ایشیا کی تمام قوموں کے حق خود اختیاری اور آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ہمدردی جاری رکھے گا۔

(تخفیف اسلحہ کے مسائل)

پاکستان کیا چاھتا ھے

پاکستان امن کا خواہاں ہے، لیکن کشمیر کے عوام کی حق خود ارادیت کے مقصد کی جانب پیش قدمی کو سنگینوں سے روکنا قابل مذمت جارحیت ہے۔ کشمیر کے عوام کی ڈوگرہ راج کے خلاف عام بغاوت برصغیر میں آزادی کے طلوع سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھی۔ کشمیر کے عظیم عوام کی اس جدوجہد کی رہنمائی جنگ آزادی کے دوسرے سپاہیوں کے علاوہ شیخ عبداللہ نے بھی کی تھی۔ کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ بھارت کا موجودہ وزیراعظم بھی کشمیر کی آزادی کی تحریک کا زبردست مؤید تھا۔ توسیع پسندی کی ہوس آزادی کے مقصد پر غالب آ گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بین الاقوامی اخلاق کے تمام معیار مسترد کر دیے گئے اور وہاں کے

عوام کی منشا کے خلاف ریاست جموں اور کشمیر پر قبضہ کرلیا گیا۔ یہ جموں اور کشمیر کا وہی ڈوگرہ مہاراجہ ہے جس نے آزادی کے وقت پاکستان کے ساتھ جوں کے توں معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ یہ جموں اور کشمیر کا وہی ڈوگرہ مہاراجہ ہے جو اس وقت ریاست سے فرار ہوگیا جب تحریک آزادی نے زور پکڑا۔ یہ جموں اور کشمیر کا وہی ڈوگرہ مہاراجہ ہے، جس نے بھاگتے ہوئے ایک دستاویز پر دستخط کیے اور ریاست بھارت کے حوالے کردی۔ یہ فریب سے پُر الحاق بین الاقوامی تعلقات کی اخلاقیات پر سب سے زیادہ اخلاق سوز اثر کا حامل ہے۔ بین الاقوامی رائے عامہ نے قدرتی طور پر بھارت کی دوغلی پالیسی کی شدید مذمت کی۔ بھارت نے دنیا کے ساتھ یہ عہد کرنے ہی میں عافیت سمجھی کہ الحاق جموں اور کشمیر کے عوام کے فیصلے کے تابع ہے۔ پاکستان صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ منشا معلوم کیا جائے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ کشمیر کے پینتالیس لاکھ عوام کو ان کے خداداد حق خود ارادیت سے محروم نہیں کرنا چاہیے اور نہ انہیں اس حق سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ انہیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اقوام متحدہ کو احساس کرنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کشمیر ان سنگین مسائل میں سے ایک ہو جو اس بین الاقوامی ادارے کے مستقبل کی فیصلہ کریں گے۔ یہ سچ ہے کہ ہم امن کے بغیر نہ زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ ترقی کر سکتے ہیں لیکن کشمیر کا مسئلہ حل کیے بغیر کبھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔

(تخفیف اسلحہ کے مسائل)

تنازعہ جموں و کشمیر

جموں و کشمیر میں کسی بھی تبدیلی کا پاکستان کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ یہ بھارت ہے جس نے اس کی "جوں کی توں" حیثیت کو بدل دیا ہے۔ گذشتہ چار برس میں بھارت نے ریاست کے اندر اپنی مسلح افواج اور سامان جنگ میں اضافہ کیا ہے۔ یہ نہ صرف سلامتی کونسل کی ۱۷، جنوری ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے خلاف ہے، بلکہ اقوام متحدہ کے کمیشن ۱۳۔ اگست ۱۹۴۸ء کے بھی منافی ہے، جس میں فوجوں کے انخلاء پر زور دیا گیا ہے، تاکہ استصواب رائے کرایا جا سکے۔

(پاک چین سرحدی معاہدہ)

پاکستان اور بھارت کی مشترکہ تاریخ

پاکستان، بھارتی عوام کے بارے میں کوئی مذموم ارادہ نہیں رکھتا۔ پاکستانی اور بھارتی عوام تقریباً ایک ہزار سال تک مشترکہ تاریخ کے امین رہے ہیں۔ اس طویل مدت میں ایک دوسرے پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ یہ حقائق ہماری آگہی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور ان ہمسایوں کے بارے میں ہماری پالیسی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ہم اپنے تمام باہمی اختلافات کے معقول سمجھوتے کے ذریعہ جن میں کشمیر کا تنازعہ سرفہرست ہے، منصفانہ اور آبرومندانہ پر امن بقائے باہمی کی اساس تلاش کرنے کے سلسلے میں ہمیشہ مستعد رہے ہیں۔

(اقوام متحدہ اور عالمی امن معاہدہ)

نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ

آج تمام دنیا میں نو آبادیاتی نظام کی جگہ قوموں کے درمیان مساوات اور باہم احترام پر مبنی تعلقات لے رہے ہیں۔ نو آبادیاتی نظام تحلیل کے عمل میں ہیں اور تمام امن پسند اور حریت پسند ممالک کا یہ فرض ہے کہ وہ اس عمل کو تیز تر کر دیں۔ پاکستان کوشش کر رہا ہے اور امید رکھتا ہے کہ افریقہ، ایشیا اور دوسرے ممالک جو ابھی تک نو آبادیاتی نظام کے چنگل میں ہیں، وہ جلد ہی اقوام متحدہ کی مدد سے آزادی سے ہم کنار ہو جائیں گے۔

(اقوام متحدہ اور عالمی امن)

اقوام متحدہ

یہ عالمی تنظیم عالمی قیادت اور ایک یا دوسری برتر طاقت کے دوسرے تمام ملکوں کے متبادل کے طور پر قائم کی گئی تھی۔ یہ ناقابل قیاس ہے کہ اقوام متحدہ کے عہد میں خود مختلف ملک کسی عظیم طاقت کی قوت کے بل بوتے پر مسلط ہونے والے کے سامنے جھک جائیں یا دنیا کے نقشہ کا فیصلہ مخصوص نظریات یا ضابطہ ہائے حیات کے تصادم سے ہو۔ جب ہم قلیل المدت مقاصد سے نبرد آزما ہوں تو ہمیں اس حتمی مقصد کو ذہن میں رکھنا چاہئے، جس کی طرف اقوام متحدہ کو بڑھنا ہے۔ بشرطیکہ انسانیت کو خودکشی سے بچانا مقصود ہو اور اسے انسان کے اس عظیم مقدر کے وعدے کا احساس دلانے کی اجازت دی جائے جو قرآن کریم کے نزدیک انسان کے زمین پر بطور خدا کے نائب ہونے میں مضمر ہے۔

(اقوام متحدہ اور عالمی امن)

پاک ، امریکہ تعلقات

ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے اچھے تعلقات اس لئے رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک بڑی طاقت اور بااثر ملک ہے۔ ایسا ملک جس سے تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمارے تعلقات، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے کی گئی کسی خاص پہل پر مبنی نہیں ہیں، خواہ وہ تعلقات دوطرفہ یا کثیر طرفہ ہوں، بلکہ ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قوت اور اپوزیشن پر مبنی ہیں۔ اسی طرح چین سے بھی ہمارے اچھے تعلقات اس وجہ سے نہیں کہ چین نے جنگ ستمبر کے دوران ہندستان کو الٹی میٹم دیا تھا۔ چین سے ہمارے تعلقات اس الٹی میٹم سے پہلے ہی سے اچھے تھے۔ چین سے ہمارے تعلقات، اس کی طرف سے کی گئی کسی خاص پہل کی وجہ سے نہیں بلکہ جغرافیہ، تاریخ اور سیاست کے ٹھوس حقیقتوں کی وجہ سے استوار ہوئے۔ اگر بڑی طاقتوں سے اچھے تعلقات ہر ایک پہل، خواہ وہ حق میں ہو یا نہ ہو، پر مبنی ہوں تو مملکتی تعلقات میں کوئی تسلسل یا تعین نہ ہو اور نہ مملکتوں کے درمیان تعلق کی راہ متعین کرنے والے منطقی قواعد ہوں۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی خاص پہل سے بے نیاز ہوکر سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں..... اس سے ہمارے تعلقات کے لئے وسیع امکانات اور کہیں زیادہ حرکت پذیری پیدا ہوگی۔

ہمارے لئے یہ ضروری اور اہم ہے کہ سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں۔ یہ کام کسی خاص پہل کے محدود سیاق وسباق کے مقابلہ میں سوویت یونین کی طرف سے کی گئی کسی اہم پہل سے بے نیاز ہوکر کرنا چاہئے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔ نئی سمتیں)

کثیر طرفہ دفاعی انتظام کے مسائل

جو مملکت، کسی ایسے کثیر طرفہ دفاعی انتظام کی پابند ہو، جو اس کے اپنے قومی مفادات سے پوری طرح مطابقت نہ رکھتا ہو، وہ کثیر طرفہ آویزشوں کے خطرے سے دوچار ہونے کے علاوہ بہت سی مشکلات سے دوچار ہوتی ہیں۔ ایسے کثیر طرفہ انتظامات کی بہت سی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ ریل اس طرح بنی ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ چلنے والے کی رفتار سے چلے جس کا نتیجہ مفادات کے تصادم اور خصوصی مصلحتوں کے پیش نظر بے تاثیری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جس میں کوئی مملکت اتنی تیز رفتاری سے

چلنا چاہیے کہ ریل کے سارے ڈبے پٹڑی سے اتر جائیں۔ دوسرے الفاظ میں ایسی روانی کی بنیاد پر جو ایک کثیر طرفہ انتظام کے اندر ہر مملکت کی امنگوں کے مطابق ہو، دائمی طور پر چلنا مشکل ہے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔نئی سمتیں)

دو طرفہ تعلقات کی اصلیت

یکساں اور صاف ستھرے دوطرفہ تعلقات کیلئے ایک ناگزیر اولین شرط، غیر جانبداری کی اصلیت ہے۔ تعلقات، دو متعلقہ طاقتوں کے مشترکہ قومی مفادات تک محدود ہونے چاہئیں اور انہیں اپنے اپنے مفادات سے آگے کسی ایسی چیز کا اپنے آپ کو پابند نہیں کرنا چاہیئے جو ایک تیسرے ملک کے مفادات کے خلاف پڑتی ہو۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔نئی سمتیں)

چھوٹی قوموں کے مسائل

آج نسبتاً چھوٹی قوموں کے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کس طرح چلائیں کہ ان کے بنیادی مفادات محفوظ رہیں۔ ان کی علاقائی سالمیت برقرار رہے اور اہیں بڑی طاقتوں نیز نسبتاً چھوٹی قوموں کے ساتھ اپنے تعلقات کے معاملہ میں بدستور آزادی حاصل رہے۔ ظاہر ہے کہ نابرابر قوتوں کے درمیان برابری حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ایسی صورت حال میں، کوئی شخص زیادہ سے زیادہ رواداری اور شاید مفاہمت کے تعلق کی توقع رکھ سکتا ہی لیکن حقیقی برابری کی کبھی توقع نہیں کرسکتا۔ بڑی طاقتوں اور نسبتاً چھوٹے ممالک کے درمیان تعلق فی نفسہ نابرابر ہے۔ جس میں بڑی طاقتیں، برابر تو کیا، کافی مقدار میں بدلہ دیئے بغیر بہت سے فوائد زبردستی حاصل کرسکتی ہیں۔ کسی کمزور تر قوم کے لئے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ انصاف کے نام پر یا اپنے مقصد کی سچائی کی بنا پر کسی طاقت کو اپنے نقطہ نظر کی ہمنوائی کرنے پر مجبور کرے یا اسے اپنے زیر اثر لائے۔ آخری تجزیے میں مقصد کی سچائی نہیں بلکہ بڑی طاقتوں کے بے مہر عالمی مفادات کی پالیسی کا تعین کرتے ہیں۔ یہ مفادات، ایسی نابرابر قوتوں کے درمیان کسی کھلی اور لاتنا محاذ آرائی میں یقیناً غالب رہیں گے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔نئی سمتیں)

چھوٹی مملکت کا نقطہ نظر کیا ہونا چاہیے

کسی بڑی طاقت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ نسبتاً چھوٹی مملکت کے مطالبہ پر اپنے عالمی مقاصد تبدیل کر دے گی، ایک تصوری بات ہوگی۔ کسی کمزور مملکت کیلئے یہ توقع رکھنا غیر حقیقت پسندانہ بات ہوں گی کہ وہ کسی بڑی طاقت سے معمول کے مطابق تعلقات قائم کرنے پر رضامند ہوئے بغیر، اسے اپنے نقطہ نظر کا ہموا بنا لے گی۔ چونکہ تعلق نابرابر ہے اس لئے نسبتاً چھوٹی مملکت کیلئے یہ دانشمندی کی بات ہوگی کہ وہ متنازعہ نقطہ کو اس واضح اور قطعی مفاہمت پر الگ کر دے کہ کوئی فریق اس خاص مسئلہ پر دوسرے فریق پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ ایسی خاموشی مفاہمت پر ایک نارمل اور منطقی رابطہ ضبط قائم کیا جا سکتا۔ ایسی مفاہمت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے ان بڑی طاقتوں سے بہتر تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں جو اس کے نقطہ نظر کی حمایت کرتی ہیں۔ ایسی مفاہمت ایسے تعلقات کے مدارج پیدا کرتی ہے جو قابل توضیح، یکساں اور منطقی اور غلط تشریحات سے آزاد ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقار ختم ہو گیا یا عزت کم ہوگئی۔ اس کے برعکس اس کا مطلب یہ ہے کہ نسبتاً چھوٹی طاقت اپنے وقار، مفادات اور پوزیشن پر مصالحت کرنے پر رضامند نہیں۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔ نئی سمتیں)

عظیم مملکتوں کے ساتھ چھوٹی مملکتوں کا غیر فطری اتحاد

لہذا نسبتاً چھوٹی مملکتوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ ساری بڑی قاقتوں کے ساتھ، ان کی پوزیشنوں کا لحاظ کئے بغیر، اپنے متصادم مفادات پر مکالمہ جاری رکھیں اور سارے یا کچھ نہیں کی تنگ یک بُعدی بنیاد پر ملوث ہوئے بغیر ان پر بالواسطہ اثر انداز ہونے کی غرض سے اپنے وسائل کے اندر سب کچھ کریں۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔ نئی سمتیں)

خارجہ پالیسی

صاف ستھری اور قابل تعریف خارجہ پالیسی دوسری مملکتوں کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے برخلاف مصلحت اور بددیانتی پر مبنی پالیسی، دوسرے دوست ملکوں کے ساتھ تعلقات میں کسی مملکت کی نیک نامی پر ناخوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ اگر پاکستان کی پالیسیاں یکساں، اخلاقی اور ارفع قسم کی رہیں تو ایسے رویہ اور طور طریقے سے

دوسری مملکتوں کا متاثر ہونا لازمی امر ہے۔

اس طرح پاکستان کیلئے یہ ممکن العمل اور بلاشبہ مناسب ہے کہ وہ دونوں عظیم طاقتوں اور نیم عظیم طاقتوں سے مکمل طور پر قابل فہم درجہ بندی کی بنیاد پر لیکن دباؤ اور کھچاؤ کے بغیر دوطرفہ تعلقات برقرار رکھے۔ دوطرفہ تعلقات کو مفید بنانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ یکساں ہوں اور دوسرے ملکوں سے تعلقات پر اثر انداز نہ ہوں...... دوطرفہ تعلقات کی شرائط کسی طور پر بھی متناقض نہ ہوں اور نہ ہی وہ دوسری عظیم مملکتوں کے ساتھ دوطرفہ تعلقات کی حد اور امکان کو ختم کر دیں۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ۔ نئی سمتیں)

نیو کلیائی افزودگی کی محدودیت

نیوکلیائی افزودگی کی تحدید کی صلاحیت صرف ایٹمی طاقتوں کے پاس ہے۔ چنانچہ ہتھیاروں کے پھیلاؤ پر پابندی، نیوکلیائی افزودگی کی تحدید اور بالآخر تمام نیوکلیائی ہتھیاروں کے خاتمے کے ضمن میں بین الاقوامی معاہدے کی اصل ذمہ داری نیوکلیائی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے نیوکلیائی افزودگی کی تحدید کے معاہدے میں تمام نیوکلیائی طاقتوں کی شرکت کا مطالبہ کیا تھا۔

اس حقیقت کا اعادہ بے جا نہ ہوگا کہ صرف موجودہ نیوکلیائی طاقتیں ہی مؤثر طور پر نیوکلیائی افزودگی کی تحدید پر قادر ہیں۔ دوسری صورت میں ماضی کی طرف نیوکلیائی ہتھیاروں کی تعداد بدستور بڑھتی رہے گی۔ اگر نیوکلیائی افزودگی کی تحدید کے اصول کی حمایت کریں اور دوسری طرف نیوکلیائی صلاحیت کے حصول میں اسرائیل اور بھارت کی سرگرم حمایت کریں تو اس ساری مشق کا مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

(پاکستان اور نیوکلیائی افزودگی)

چین کا ایشیاء میں مقام

چین کو ایشیا میں جو مقتدر مقام حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان ایک ایشیائی مملکت ہے جس کا مقدر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوسری مملکتوں سے وابستہ ہے اور پاکستان کیلئے ضروری ہے کہ وہ چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے تاکہ ایشیائی اتحاد کو تقویت ملے۔ افریشیائی اقوام کی جمعیت کے ارکان کی حیثیت سے ہمارے ملکوں کا مشترکہ مفاد ہے کہ افرو ایشیائی استحکام کو فروغ دیں...... اور اس کیلئے ضروری

www.bhutto.org

ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھیں۔ چین اور پاکستان دونوں اقتصادی طور پر پسماندہ ہیں اور ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے ملکوں سے تعاون چاہیں تاکہ بین الاقوامی طور پر بہتر تجارتی شرائط پر لین دین کر سکیں اور پسماندہ اقوام کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں، ترقی یافتہ اقوام سے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔

(پاک چین دوستی کی سیاسی بنیادیں)

پاکستان اور چین کا اساسی نظریہ

ایک ہوائی خبر یہ اڑائی گئی ہے کہ پاکستان اور چین کے اساسی نظریے باہم متضاد ہیں، لہٰذا دونوں کے درمیاں دوستی کا پائیدار رشتہ جاری وساری نہیں رہ سکتا۔ یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ چین کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات چونکہ داخلی نوعیت کے ہیں، اس لئے وہ وقت کی مار نہیں سہ سکیں گے۔ یہ دلائل نہایت بودے ہیں مملکتوں سے ہوتا ہے، ان کے سماجی نظاموں یا اساسی نظریات سے نہیں ہوتا۔ اگر اس طرح بودی دلیل کو اس کی منطقی انتہا تک لے جائیں تو پاکستان کو صرف مسلمان مملکتوں سے رابطہ رکھنا چاہئے اور بقیہ دنیا سے کنارہ کش ہو جانا چاہئے۔

(پاک چین دوستی کی سیاسی بنیادیں)

پاک، چین دوستی اور امریکی تعلقات

جب امریکہ اور چین کے تعلقات بھی حقیقت پسندانہ رخ اختیار کریں گے، تو چین کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات کے بارے میں امریکہ کا رویہ نرم پڑ جائے گا۔ اگر پاکستان آج چین کے خلاف کوئی اشتعال انگیز اقدام کر گزرتا ہے، تو اسے وقت نہایت خجالت اٹھانی پڑے گی جب امریکہ اور چین کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ ہم اسی طرح پیچھے رہ جائیں گے جیسے روس کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے سلسلے میں ہم بھارت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اگر اس طرح قیمتی وقت ضائع کر دیا گیا تو ناقابل تلافی نقصان واقع ہو جائے گا۔ اس لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ پاکستان چین کے ساتھ نہ صرف دوستانہ تعلقات کو استوار کرتا چلا جائے، بلکہ ان تعلقات میں رخنہ اندازی کی ہر کوشش کو ناکام بنا دے۔ امریکہ کی عالمی روش سے یہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بالآخر چین سے تعلقات قائم کرنا چاہے گا۔ اگر یہ بات نہ ہو

تب بھی پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی اپنے ضمیر دارانہ مفادات کی بنیاد پر استوار کرنی چاہئے اور بڑی طاقتوں کی ہنگامی عالمی ضروریات سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔

(پاک چین دوستی کی سیاسی بنیادیں)

ایران، پاکستان اور ترکی مشترکہ ثقافت

ایران، پاکستان اور ترکی کی تہذیب ایک ہے۔ ان کی ثقافتوں پر ایک مشترکہ مذہب کی چھاپ ہے۔ ان کا تاریخی پس منظر ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ ان کی زبانیں گواہ ہیں کہ خیالات بھی یکساں ہیں۔ ان کے آرٹ اور ادب ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ ان کے معاشرے کی قدریں ایک جیسی ہیں، دراصل ان کے تہذیب و تمدن کی ہم آہنگی اس ہم آہنگی سے کہیں زیادہ ہے جن کا مغربی قومیں اپنے بارے میں فخریہ دعویٰ کرتی ہیں۔ یہ ثقافتی بھائی چارہ بعض تاریخی اور سیاسی اسباب کی بناء پر اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ مغربی یورپ کے ملکوں کے برعکس ہم میں سے کسی بھی دو ملکوں نے کسی بھی ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کی۔ ماضی قریب کی ایسی کوئی تلخ یادیں نہیں جنہیں بھولنے کی ضرورت ہو اور نہ ہی ہماری ترقی پذیر معیشتوں پر کوئی رقابت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی ایسی چپقلش جو صنعتی ترقی یافتہ ملکوں میں ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے تحفظ کے مسائل اور سلامتی کی ضرورتیں یکساں ہیں۔ کیونکہ ہمیں ایک ہی قسم کے حقیقی یا ممکنہ چیلنج کا سامنا ہے اور آخری بات یہ کہ آج بہت سے لوگوں کو یاد ہوگا کہ تینوں ملک جارحیت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔

(آر سی ڈی چیلنج اور جواب)

افریقی حالات کی ابتری

افریقہ میں بھی ابھی تک حالت ڈانواں ڈول ہیں۔ جنوبی افریقہ میں سفید فاموں کے بچے کچے حکمران اب تک موجود ہیں۔ وہ ایٹمی طاقت بننا چاہتے ہیں قوم پرست اور تحریک آزادی کے افریقیوں کے وسائل محدود ہیں اس لئے انگولا کی طرح غیر ملکی مداخلت کی ضرورت پڑی۔ افریقی ممالک مشترکہ مقاصد پر باہم متفق نہیں ہو سکے۔ افریقی ادارہ آپس کے اختلافات ختم نہیں کرا سکتا۔ بالکل ایسے جس طرح عرب ادارہ عربوں کے اختلافات ختم نہیں کرا سکا۔ واضح رہے کہ افریقہ کی صورت حال میں بہت گڑبڑ پائی جاتی

ہی۔ لاطینی امریکہ پر نظر ڈالیں تو وہاں بعض لوگوں کے کہنے پر حکومتیں مسلط کی جاتی ہیں، اور برسر اقتدار لائی جاتی ہیں۔ ایسے علاقے میں دوسرے کے ساتھ تعلقات بھلا کیسے متعین کئے جاسکتے ہیں۔ یہ دور ایسا نہیں کہ جس میں کالے اور سفید کی صرف باتیں کی جائیں، اس میں اخلاقیات کی خانہ بندی نہیں ہوسکتی۔ اس میں لچک کی ضرورت ہے یہ تبدیلیوں کا دور ہے۔ روزمرہ تبدیلیوں کی رعایت سے متحرک قومیں اپنی پالیسیاں بدلتی رہتی ہیں تاکہ وہ وقت کے پیچھے نہ رہ جائیں۔ حرکت میں برکت ہے ایک ریاست دوسری کے ساتھ اپنی دوستی ختم نہیں کرتی بشرطیکہ یہ تیسری مملکت کے ساتھ تعلقات میں لچک رکھتی ہو۔

(آر سی ڈی چیلنج اور جواب)

دوسری طاقتوں پر انحصار کرنا ترک کریں

ہمیں دوسری طاقتوں پر انحصار کرنے کی پرانی عادت بھی ترک کرنی ہوگی۔ اپنی ضروریات خود پورا کرنے کے قابل بننے کی ضرورت ہے۔ غیر ممالک نے نازک وقت پر ضروری اشیاء کی فراہمی بند کر کے ہمیں بہت مصائب میں گرفتار کیا ہے۔ ہمیں ان تجربات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے پر انحصار کرنا ہمارے وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ ''سپر پاورز'' تک جن کے وسائل لامحدود ہیں، باہمی سلامتی اور معاشی انتظامات کے سمجھوتے کرتی ہیں۔ اس خطے کے لئے تو یہ اور بھی ضروری ہے، اس کے دفاع کو حصوں میں نہیں بانٹا جاسکتا۔ دوست ملک ایک دوسرے کی صنعتوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ چودہ کروڑ آبادی کا ہمارا خطہ جو تین ملکوں پر مشتمل ہے ایک دوسرے کے ہاں سرمایہ لگا کر، فنی سہولتیں بہم پہنچا کر، مشترکہ صنعتی منصوبوں کے ذریعے ایک انقلاب لاسکتا ہے۔ ہر ملک کی ضرورت اس باہمی تعاون سے پوری ہوسکتی ہے۔

(آر سی ڈی چیلنج اور جواب)

پاکستان اور دو طرفہ تعلقات کا اصول

دوطرفہ بنیاد پر تعلقات، پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کا وہ رہنما اصول ہے جو ایک نظریے کی حیثیت سے کسی الجھاؤ یا پیچیدگی کا شکار نہیں۔ بڑی طاقتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوطرفہ بنیاد پر ہمارے تعلقات کی استواری کا تصور یہ ہے کہ ایک طاقت کے ساتھ اپنے اتحاد کی نفی کئے بغیر دوسری طاقتوں کے ساتھ

تعاون کے شعبوں کا تعین کیا جائے۔ اس طرح داخلی طور پر وجود میں آنے والی یکساں روی اور مربوط حکمت عملی کے لئے نہ تو کسی جواز کی ضرورت ہے اور نہ ہی اخلاقی طور پر کسی بہانہ سازی کی گنجائش۔ دنیا میں معمول یہی رہا ہے کہ کب کوئی سے دو ملک خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے آپس میں تعلقات قائم کرتے ہیں تو ان تعلقات کی بنیاد باہمی مفادات کے مشترک ادراک پر رکھی جاتی ہے چنانچہ موجودہ متلاطم دور کی حقائق اور دباؤ سے ہٹ کر سوچا جائے تو دوطرفہ تعلقات کا تصور یقیناً کوئی نئی اختراع نہیں ہے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

عصر حاضر کا عالمی نظم

عصر حاضر کے عالمی نظم کی ایک خصوصیت وہ اجتماعی وفاداریاں اور ان کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریاں ہیں، جنہیں خودمختار ممالک بخوشی قبول کرتے ہیں، خواہ ذمہ داریاں کسی بھی درجے کی ہوں۔ کسی ملک کی اقوام متحدہ کی رکنیت اور اقوام متحدہ کے اس چارٹر سے اعلان وفاداری جواب قومی آزادی کا نشان ہے اس ملک ک لئے تعمیری انداز میں ایک کثیر الممالکتی تعلق سے وابستگی ہے اس طرح رابطے کی ذرا اچلی سطح اور نسبتاً محدود دائرہ کار میں مملکتوں کی دوسری انجمنیں موجود ہیں، جو کسی دباؤ یا جبر کے بغیر بنائی گئی ہیں۔ عام طور پر ان کی بنیاد تاریخی پس منظر، روحانی یا ثقافتی تعلق، جغرافیائی قربت یا باہمی اقتصادی مفادات پر ہے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

پاکستان اور اسلامی دنیا

اسلامی کانفرنس میں پاکستان کی رکنیت ایران اور ترکی کے ساتھ روابط اور گہوارہ اسلام کی حیثیت سے سعودی عرب سے اس کے رشتے ہمارے خارجہ تعلقات کا خاصا اہم جزو ہیں علاوہ ازیں غیروں کی محکومی سے نجات، لوٹ کھسوٹ اور بالادستی کا خاتمہ ایسے نصب العین ہیں جنہیں پاکستان نظریاتی طور پر کسی طرح خیر باد نہیں کہہ سکتا۔ دنیائے عرب کا مسئلہ، نسلی امتیاز یا بچے کھچے نوآبادیاتی نظام کے خلاف افریقہ کی جدوجہد اور ایک منصفانہ عالمی اقتصادی نظام کے قیام میں تیسری دنیا کی عام دلچسپی ایسے عوامل ہیں جو بین الاقوامی مسائل پر ہمارے رجحانات کو لامحالہ متاثر کرتے ہیں۔ اور اس حد تک ہارے خارجہ تعلقات کی نہج

www.bhutto.org

بھی متعین کرتے ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا مسلمہ حقیقت اور دوطرفہ تعلقات کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ بلاشبہ جہاں تک ان تمام عوامل کی بنیاد ان تسلیم شدہ قابل تحسین اصولوں پر ہے، دوطرفہ تعلقات کے نظریہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ان اصولوں میں کسی ردوبدل کیلئے دلیل بنائی جا سکے۔ دوطرفہ تعلقات کے بہانے اصولوں سے دستبرداری تو کجا اگر انحراف بھی کیا جائے تو پھر یہ نظریہ محض موقع پرستی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

دوسری عالمی جنگ کے بعد کی دنیا

دوسری عالمی جنگ کے بعد کے دور میں پورے کرۂ ارض پر تسلط کیلئے دو بڑی طاقتوں نے زور آزمائی شروع کی اور ایسا کرنے میں دونوں طاقتیں نظریہ تجارت، سفارت اور دوسروں کے ذریعہ جنگوں کی سطح پر دنیا کے تقریباً ہر حصہ میں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئیں۔ دنیا میں پہلے کسی بڑی طاقت کے پاس بھی اتنے اثاثے نہ ہوں گے، جن اثاثوں کی مالک یہ دو طاقتیں تھیں۔ وسعت کے اعتبار سے دونوں ملک اپنی اپنی جگہ تقریباً براعظم کے برابر تھے۔ دونوں کے مادی مسائل اس قدر تھے، جتنے پہلے بھی کسی کے پاس نہ تھے۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں دونوں اعلیٰ ترین معیار کے کوشاں تھے اور دونوں اپنے اپنے نظریہ کی سچائی کے دعویدار چونکہ یہ دونوں طاقتیں بظاہر شہنشاہیت کے اس روایتی تصور کی مخالف تھیں، جس کے تحت کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر براہ راست اور مستقل فوجی تحفظ کے ذریعہ یا اس کے حکمرانوں کو بزور مجبور کر کے ان کے علاقوں پر آئینی تسلط قائم کرتا ہے لہٰذا ان کی باہم محاذ آرائی کا میدان بھی مختلف تھا ان کا مقصد روایتی لحاظ سے پوری دنیا کو محکوم بنالینا نہ تھا بلکہ ان گنت طاقتور وسائل کے ذریعہ اقوام عالم کے مقدر کو اپنا تابع کرنا تھا۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

تین واقعات، ایک نئی جہت

اس تاریخی عمل نے ان قوتوں کو بھی جنم دیا جنہوں نے ان دو عظیم طاقتوں کے دائرہ اثر کو نہ صرف محدود کر دیا بلکہ عالمی تسلط کی راہیں بھی مسدود کر دیں ان حالات میں تین واقعات رونما ہوئے جنہوں نے نوع انسان

کو ایک نئی جہت دی اور دنیا کو گھٹ کر مر جانے سے بچالیا۔ان واقعات کا باہمی رابطہ محض اتفاقی نہیں ان واقعات کی سرسری تاریخ اور ترتیب یوں ہے کہ پہلے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا، پھر چین کو آزادی حاصل ہوئی اور مغرب کے نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا۔اگر یہ واقعات نہ ہوتے تو سرد جنگ کی نیم مذہبی قسمیں دنیا پر ایک خوفناک سادگی مسلط کر دیتیں اور بین الاقوامی امور میں بنی نوع انسان تنوع سے محروم ہو جاتا یا ہم ان تینوں عوامل سے متعلق تمام پیچیدہ امور کو حقیقت میں کئی برس کے بعد واضح طور پر دیکھا گیا۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

لچک دار پالیسی

تمام چھوٹے بڑے ملکوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کیلئے اپنی پالیسیوں کو لچکدار رکھ سکتے۔ایک بڑی طاقت کے جنگی مفادات سے مکمل وابستگی اور دوسری بڑی کے مفادات سے ٹکراؤ کے عمل سے بچ سکتے اور یوں ایک غیر متوازن دنیا کو کسی حد تک توازن فراہم کر سکتے۔مجموعی طور پر غیر جانبداری کی حیثیت ایک توازن پیدا کرنے والی قوت رہی ہے جیسا کہ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ملک اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اس پالیسی کو ان خوبیوں کی بنا پر تسلیم بھی کیا گیا جو ابتداء میں اس سے وابستہ تھیں اور یہی پالیسی تھی جس پر عظیم طاقتوں کی باہمی رقابتوں کے مقابلے میں عمل پیرا ہونے کا اخلاقی جواز تھا اور جو عملی طور پر موثر بھی تھیں۔تاہم یہ پالیسی بھی خالی از علت نہ رہی اور یہ زرابی غیر جانبدار ملکوں کے گروپ کی قیادت پر فائز ہونے یا بزعم خود قیادت کے دعویداران ایک یا دو ملکوں نے پیدا کی ہے جنہوں نے اپنے جارحانہ قومی مقاصد کے حصول کیلئے غیر جانبداری کو اپنی ڈپلومیسی کے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔جب قیادت کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں چلی جائے تو غیر جانبداری مسخ ہو جاتی ہے اور اس کے نظریہ کی وہ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے جو بلاشبہ اس سے وابستہ ملکوں کی تعداد اور ان کے خلوص کے سبب اسے حاصل ہوئی تھی۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

غیر جانب دار ممالک کے اندرونی تضادات

کسی بھی ملک کی جانب سے کسی مخالف ملک کو ڈرانے دھمکانے اور پریشان کرتے رہنے کا رجحان بین الاقوامی تعلقات کو زنگ آلود کر دیتا ہی۔لیکن غیر جانبدار ملکوں میں اس رجحان نے نہ صرف غیر جانبداری

کے تصور کا حلیہ بگاڑا ہے بلکہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ملکوں کا یہ گروہ کسی اجتماعی قوت کا تاثر دینے میں بھی ناکام رہا ہے۔ یہ رجحان خواہ بھارت کی جانب سے پاکستان کو برادری سے باہر کرنے کی کوشش کی صورت میں ظاہر ہو، یا بعض عرب ملکوں کے ساتھ صدر مصر کے دور کے مصر کی وہ کدورت ہو جو ۱۹۵۵ء کی بنڈونگ کانفرنس میں نمایاں ہوئی تھی۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

غیر جانبداری اور جانبداری

جب ایک ملک ایک عالمی طاقت کے ساتھ بہت قریبی تعلق قائم کرتا ہی اور اس کے باوجود غیر جانبداری کا دعویٰ بھی کرتا ہے تاکہ ایک ہمسایہ ملک پر سیاسی بالادستی قائم کرنے کے لئے اس بہتر مواقع میسر آسکیں تو غیر جانبداری کے نقاب میں جانبداری نظر آتی ہے۔ ایسا عمل غیر جانبداری کے تصور اور عملی اظہار دونوں سے ہے۔ اگر غیر جانبداری کو دوبارہ بڑی قدر و قیمت کی تحریک بننا ہے تو اسے اپنی شاندار نیک نامی کو بحال، اپنے مقاصد کی از سر نو تصریح اور پانی ترجیحات کا از سر نو تعین کرنا پڑے گا۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

تیسری دنیا کا اتحاد

تیسری دنیا اپنی تمام قوتوں کے ساتھ جو آج تک منتشر رہی ہیں، ایک نکتہ پر مجتمع ہو۔ یہ اتحاد دولت مند ملکوں کے ساتھ ٹکرانے کیلئے نہیں بلکہ ناانصافیوں کے خاتمے کیلئے اور کسی خاص نظام کی تباہی کیلئے نہیں بلکہ موجودہ غیر منصفانہ توازن کی اصلاح کے ذریعے ایک نئے اقتصادی نظام کی تعمیر کیلئے ہوگا۔ ایسی کوئی تحریک دھڑے بندی یا حکمت عملی جو اس عظیم منصفانہ نصب العین کیلئے تیسری دنیا کے اتحاد میں رکاوٹ بنے گی، وہ اس الزام سے ہرگز محفوظ نہ ہوگی کہ اس نے تنگ تر ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے، تاریخی عوامل کو نظر انداز کیا اور وقت کے چیلنج کا حقیقت پسندی لیکن تعمیری انداز میں جواب دینے کیلئے جو قوتیں آگے بڑھیں، ان کے راستے مسدود کئے یہی عوامل ہیں جنہیں ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے حال ہی میں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک کی ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس منعقد کرنے کی اپیل کی ہے مجھے یقین ہے کہ تیسری دنیا کے اس جامع فورم کو غیر جانبداری کے تصور کے منافی نہیں بلکہ اس کی توسیع اور ارتقا سمجھا جائے گا۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

خارجہ امور میں میری کوششیں

اگر میں نے اپنے ملک کے خارجہ امور میں واقعی کسی بات کو کوشش کی ہے تو اس کوشش کا مقصد نہ صرف اس تاثر کو زائل کرنا تھا بلکہ اپنی خارجہ حکمت عملی جس میں لوگوں کی قومی امنگوں کو شامل نہ کیا گیا ہو اور جس میں تاریخی عمل کے شعور کا عکس نہ ملے وہ حکمت عملی غیر مستند اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اپنے خارجہ تعلقات کے ڈھانچے میں اس جہت کی گہرائی کو شامل کرنے کی کوشش کوئی آسان مرحلہ نہ تھا۔ اگر ایشیا، افریقہ یا لاطینی امریکہ کا کوئی ملک مشرق یا مغرب سے کوئی سمجھوتہ تیسری دنیا کی مشترکہ قدروں اور مقاصد کے خلاف نہیں پڑتا۔ یہ سمجھوتہ اس وقت خلاف پڑے گا جب امتیاز برتا جائے اور باہمی گرم جوشی کا فقدان ہو۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

دوطرفہ تعلقات کی اجزائی ترکیبی

دوطرفہ تعلقات کے اجزائے ترکیبی میں دونوں فریقوں کا باہم سلوک و معاملات میں مساویانہ طرز عمل ایک لازمی جزو ہی۔ جب ایک چھوٹا ملک کسی بڑی طاقت کے ساتھ اپنے تعلقات میں استقامت کا خواہاں ہوتا ہے جب وہ ایک ملک کے ساتھ اپنے تعلقات کو کسی دوسرے ملک کے ساتھ قائم شدہ تعلقات کی حدود اور وسعت میں خلل انداز نہیں ہونے دیتا اور جب وہ بڑی طاقتوں کی باہم آویزش سے طے شدہ جانب داری سے احتراز کرتا ہے تو پھر دوسری جانب سے بھی اسی قسم کے مساویانہ طرز عمل کی توقع کرتا ہے۔ بین المملکتی تعلقات میں کسی پالیسی کی پابندی ایک طرفہ نہیں ہو سکتی۔ دوطرفہ تعلقات ہیں یہ کوئی انصاف نہیں کہ چھوٹا ملک تو اپنے آپ پر قانون نفس کشی نافذ کرے اور دوسرا فریق جواباً اس قسم کا کوئی قدم نہ اٹھائے۔ اس قسم کے تعلقات میں بعض اساسی اصولوں پر دونوں ملکوں کے مابین سمجھوتہ لازمی ہے ورنہ چھوٹے ملک کی حیثیت محض ایک قابل رحم طفیلی کی رہ جائے گی اور دوطرفہ تعلقات کا نظریہ اپنی اصلیت گنوا کر مہلک جانبداری کی حیثیت اختیار کرے گا دو ملکوں کے درمیان مساویانہ باہمی طرز عمل کی کم سے کم ناقابل تخفیف مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ایک دوسرے کی علاقائی حدود اور خودمختیاری کا احترام کیا جائے اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

ایٹمی اسلحے کا پھیلاؤ اور پاکستان

میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان عناصر کی مخالفت ایٹمی طاقتوں کے دائرہ سے باہر ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ پر گہری تشویش کے سبب ہے پاکستان بھی اس تشویش میں شامل ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ پر پاکستان کے اندیشوں کا سبب، اس مسئلہ پر کسی بھی حلقہ کی انتہائی ہمدردانہ رائے سے زیادہ وزنی ہے۔ ہم رضاکارانہ طور پر بار بار اور بہت واضح الفاظ میں یقین دہانیاں کرا چکے ہیں کہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے مقاصد پر امن ہیں۔ مبادا یہ سمجھا جاتا کہ یہ سب کچھ محض زبانی وعدے ہیں، ہم نے اس منصوبے کے ایک مرحلہ پر ایٹمی توانائی کی بین الاقوامی ایجنسی کے عائد کردہ آہنی تحفظات کو قبول کرلیا بلکہ ہم اس سے بھی دو قدم آگے گئے اور ری پراسیسنگ پلانٹ فراہم کرنے والے ملک فرانس کی وہ انتہائی کڑی شرائط بھی منظور کرلیں جو ایٹمی سامان برآمد کرنے والے سات ملکوں کے اختیار کردہ رہنما اصولوں کے عین مطابق۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

پاکستان کا پر امن ایٹمی پروگرام

لہٰذا اپنے پر امن ایٹمی پلانٹ میں پاکستان کا آگے بڑھنا ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کے حوالے سے خاص واقعہ نہیں اس کے باوجود سے ایک غیر معمولی واقعہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جب کہ اسرائیل، افریقہ اور بھارت کے بے قید اور بے لگام ایٹمی پروگرام معمول کے مطابق قرار دیئے جاتے ہیں یہ بھی ان کو اس کے حقیقی حسن و قبح پر پرکھنے کے اصولوں کا حشر اور اس کے ذمہ دار ہیں جو خود ان اصولوں کے علمبردار بنتے ہیں اور بظاہر ان سے روگردانی پسند نہیں کرتے، بھارت پہلے ہی عین ہماری سرحد پر دھماکہ کر چکا ہے اب اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس نے متعدد ایٹمی دھماکہ کرنے کا منصوبہ تیار کرلیا ہے۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

پاکستان دو طرفہ تعلقات سے پہلے

دوطرفہ تعلقات کا نظریہ اختیار کرنے سے پہلے پاکستان کی خارجہ پالیسی ایک طرف اپنے بدترین دور میں متبرع مزاجی کا شکار تھی تو دوسری طرف ایک بھولی بسری نظریاتی اساس پر سودمندانہ حقیقت پسندی کا

چونکہ، دوطرفہ تعلقات کے اصول کو اختیار کر لینے کے بعد پاکستان اپنے سفینہ کو ان ناقابل اعتبار ساحلوں کے پوشیدہ خطرات اور منجدھار کی طغیانیوں سے صحیح سالم نکال لایا ہے جو آج پیچیدہ دور میں ان تمام ملکوں کی راہ کا مقدر ہے، جن کی جغرافیائی حیثیت عالمی سیست کی بساط پر کسی خاص اہمیت کی حامل ہیں دوطرفہ تعلقات کا نظریہ اس بحر متلاطم میں وہ سمت نما ہے جو منزل کی طرف سفینہ کا رخ متعین کرتا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ اصول اختیار کر لینے سے پاکستان کو بین الاقوامی معاملات میں امانت و دیانتداری کے بارے میں اسلام کے احکامات پر حتی الامکان عمل پیرا ہونے میں مدد ملی ہے۔ یہ احکامات ابدی ہیں۔

(دوطرفہ تعلقات کا نظریہ، نئی سمتیں)

بھارت کے اتحاد کے لیے خطرہ

بھارت کے اتحاد کیلئے خطرہ۔ اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود بھارت۔ بھارت کا اتحاد۔ دھرتی سے اور اس کے فطری ناطوں سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس وحدت نے بالا بالا بر صغیر سے۔ یا بادشاہت سے جنم لیا ہے۔ یہ وحدت ابھی تک بھارت کی بیچ در بیچ زندگی کی مختلف تہوں سے مکمل طور پر نہیں گزری ہے۔ وحدت کے تصور کے سامنے جھکاؤ۔ اکثر اوقات غیر رضا کارانہ رہا ہے، یا اس کا حصول مخالف تسلط یا پھر مضبوط شخصیتوں کی قوت کے بل بوتے پر ہوا ہے۔ اس لئے بھارت کی وحدت غیر حقیقی بھی ہے اور سطحی بھی۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

جدید بھارت کے ستون

جدید بھارت کی وحدت کے معمار کی حیثیت سے نہرو کو ان تمام خطرات کا احساس تھا۔ جن سے انہیں دوچار ہونا تھا۔ یونان کے قدیم معماروں کی طرح انہیں وحدت کا دیو پیکر مجسمہ ان گنت ستونوں پر تعمیر کرنا تھا اس عمارت کے زیادہ اہم ستونوں میں یہ بھی شامل تھے:

۱۔ نہرو کی اپنی شخصیت

۲۔ لادینی جمہوریت

۳۔ کانگریس

۴۔ مختلف پانچ سالہ منصوبوں کی شکل میں سماجی اور اقتصادی مقاصد۔

۵۔ خارجہ پالیسی

پنڈت جواہر لال نہرو کی سحر انگیز شخصیت بھارت کے عوام کو بہا لے گئی۔ انہوں نے بڑے بڑے اجتماعوں کو بے خود کر دینے کا مظاہرہ کیا۔ وہ انہیں سننے کیلئے لاکھوں کی تعداد میں کھنچے چلے آتے۔ نہرو بھارتی جنتا کیلئے افیون کی طرح تھے۔ انہوں نے جنتا کو مخمور کیا کہ وہ مکمل طور پر مطیع ہو گئے۔ بھارتی عوام ان گنت سادہ لوح دیہاتی اور بے نام شہری باشندے نہرو سے پرستش کی حد تک محبت کرتے تھے۔ وہ ہجوموں کو مسحور کرتے، پھر ان کی عقیدت سے اپنی قوت اخذ کرتے۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

نہرو اور مسلح افواج کی سیاست سے دوری

مسلح افواج کو سیاست سے الگ رکھنے کے اصول پر نہرو نے اس کو بھی کسی شک وشبہ کے بغیر واضح کر دیا کہ وہ سول سروس کی طرف سے بھارت کی سیاسی زندگی میں کوئی مداخلت برداشت نہیں کرے گا۔ نہرو نے سول سروس کے بڑے بڑے ستونوں پر سیزر کے انداز میں ایسی گرفت کی کہ انہوں نے جلد ہی اپنی روایتوں اور ذہنیت کو تبدیل کر لیا۔ نہرو نے ان کا جائزہ لیا اور پھر انہیں ان کی حیثیت کا احساس دلایا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ سول سروس نے اپنی توقعات اور خواہشات کا گلا گھونٹ دیا اور ان کو اپنی حقیقی ذمہ داریوں کے دائرے میں محدود کر لیا۔ یہ سخت رویہ اختیار کرنے کے باعث نہرو نے عوامی زندگی کا وقار پیدا کیا اور جمہوریت کے اثر پھیلائے۔ سول سروس کی طرف نہرو کا رویہ اتنا ہی کامیاب رہا جتنا کہ مسلح افواج کی طرف ان کا رویہ ناکام رہا۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

نہرو اور لادینی جمہوریت

نہرو نے لادینی جمہوریت کا ناقوس بہت زور سے بجایا۔ لیکن بھارتی ذہن میں یہ عقیدہ پیدا کرنے کی جان توڑ کوششوں کے باوجود، لادینی جمہوریت کو ہمیشہ خطرات درپیش رہے۔ طرز زندگی کے اعتبار سے اس روش کو اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی کہ یہ بھارت کی سیاست کا تسلیم شدہ حصہ بن سکتی۔ اس کا مستقبل

بہت مخدوش ہے۔ بھارت کی دھرتی سے طبعی طور پر متصادم ہونے کے باعث لادینیت بھارت کی نئی زندگی کی بہار میں پھول بن کر نہیں کھل سکا۔ لادینیت اور جمہوریت دونوں بھارت کے لئے اجنبی ہیں۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

پنڈت نہرو کا تدبر

پنڈت نہرو کو تدبر کی یہ سبقت بھی حاصل ہے کہ اس نے مختلف النسل اور مختلف البراعظمی اقوام کی دولت مشترکہ کے اچھے نتائج کو پیش از وقت محسوس کیا۔ بھارت کو دولت مشترکہ میں رکھنے کے فیصلے پر نہرو کی مخالفت سے زیادہ تعریف کی جارہی ہے۔ حالانکہ دولت مشترکہ میں بھارت کو رکھنے کا سب سے بڑا سبب اس ادارے میں پاکستان کی موجودگی ہے دولت مشترکہ کے اندر رہ کر نہرو نے بھارت اور پاکستان کے تنازعات اور بالخصوص کشمیر کے تنازعے پر بات چیت کو غیر جانبدارانہ رخ دینے کی کوششیں کیں۔ اگر پاکستان کا معاملہ ہوتا تو نہرو آزادی حاصل کرتے ہی دولت مشترکہ سے علیحدگی کا اعلان کر دیتا۔ اس ادارے کیلئے جھکاؤ اسے مجبوراً اپنے قومی اسباب کی بنا پر کرنا پڑا تھا۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

نہرو اور امن

نہرو امن کا ذکر نہایت جذباتی انداز میں کرتے تھے، لیکن اپنے ملک اور ہمسایوں کے درمیان موجود تنازعات کے حل کے راستے میں خود کوہ ہمالیہ سے بھی بڑی رکاوٹ بنے رہے۔ اس نے پاکستان، چین اور سیلون سے اپنے اختلافات ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے ہمارے سرحدی تنازعہ ختم کرنے کیلئے کوئی کوشش نہیں کی اس نے نیپال کے اندرونی معاملات میں غیر معمولی شرانگیزی کا مظاہرہ کیا۔ انڈونیشیا اور بھارت کے درمیان نفرت کی دیوار کھینچی، یہ اکیلا آدمی ایشیا کے ایک ارب ۴۰ کروڑ انسانوں کے درمیان دوری کا ذمہ دار تھا۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

نہرو کا اصلی

نہرو کا بنیادی موضوع پاکستان کے خلاف نفرت پھیلانا تھا۔ وہ اس نئی مملکت کا سب سے بدتر دشمن تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد پاکستان کو تنہا کرنا اور پاکستان کیلئے مشکلات پیدا کرنا بنا لیا تھا۔ اپنی پیہم کوششوں سے اس نے اس ملک کا ایک مذہبی رجعت پسند ریاست کی حیثیت سے تصور نہیں کیا۔ اس کی اس انتہائی نفرت نے اس کے برعکس پاکستان کے موقف کو بے اندازہ تقویت پہنچائی۔ آزادی سے پہلے مسلم لیگ سے اکے غیر مصالحانہ رویے کے باعث ہی، مسلمانوں کو اپنی صفیں منظم کرنے اور کانگریس کے ہاتھوں سے پاکستان چھیننے کا موقع ملا۔ آزادی کے بعد نہرو کی پاکستان کو تنہا کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوششوں کے جواب میں پاکستان کے عوام نے اپنے سیاسی اور اقتصادی مسائل پر قابو پانے کی روز وشب تگ ودو کی۔ پاکستان کے خلاف نہرو کی اقتصادی اور سیاسی جنگ ہی دراصل ابتدائی طور پر پاکستان کے سیاسی اور اقتصادی طور پر قابل عمل ہونے کی ذمہ دار ہے۔ اس رویے سے اس ملک کو بے پناہ طاقت اور مدافعت کا جذبہ ملا۔ اگر نہرو کشمیر کو ہڑپ نہ کرتا مغربی اور مشرقی پاکستان کے خلاف اپنی فوجیں صف آراء نہ کرتا۔ اقتصادی رکاوٹیں کھڑی نہ کرتا۔ پاکستان کی زندگی یعنی دریاؤں کے راستے نہ روکتا، تو پاکستان کو آزادی کے بعد درپیش مسائل کے حل میں بڑی دقتیں پیش آتیں۔ اب اگر پاکستان کو سیاسی استحکام اور کسی حد تک۔ اقتصادی توانائی ملی ہے تو یہ نہرو کے چیلنج کا جواب ہے۔ پاکستان نے نہایت جرائت سے مدافعت کی ہے اور جب کہ بھارت اپنے بین الاقوامی وقار کی بلندیوں پر تھا اس وقت پاکستان تن تنہا بھارت کی ہولناکیوں کے فریق اور دوغلے پن کو بے نقاب کرنے کی ذمہ داری ادا کرتا تھا۔ برسوں تک پاکستان بھارت کے ہمسایوں کا ڈنکرک بنا رہا۔ اس نے تن تنہا بھارت اور اس کی ذات پات کی بوسیدہ اور فرسودہ تہذیب کو میکانگ سے ہندوکش تک بڑھنے سے روکا۔ پاکستان کو تباہ کرنے کی بجائے نہرو کے رد عمل میں پاکستانی عوام نے بے مثال اتحاد قائم کر لیا۔ اب نہرو کے تمام آفاقی دعوے بکھر گئے ہیں اور پاکستان کا وقار اور تصور دنیا بھر میں زیادہ درخشاں ہو رہا ہے ایشیا اور افریقہ بین الاقوامی تعلقات میں پاکستان کے کردار کا احترام کرنے لگے ہیں۔ اپنے تمام ہمسایوں سے پاکستان کے تعلقات انتہائی احترام اور اعتماد کے ہیں۔ پاکستان نے بھارت کے علاوہ اپنے تمام ہمسایوں سے اپنے تنازعات طے کر لئے ہیں۔

(پاکستان کی تباہی کے لیے نہرو پلان)

www.bhutto.org

حقوق کی حفاظت کرنا ہوگی

جنگ کی غیر موجودگی میں پاکستان کے لوگ امن سے ہمکنار نہیں ہوئے۔ امن کی شرائط جن کیلئے ہم بہت خواہش رکھتے ہیں اپنے حقوق سے دستبرداری کی بجائے حقوق کی حفاظت کرنے سے حاصل ہوں گی۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

کشمیر

ہمیں باتیں کرنے کی بجائے حقیقت پسندی سے کام لینا چاہئے۔ بھارت اپنی روایتی پالیسیوں کے رخ کو تبدیل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے تعصب کی جڑیں صدیوں پیچھے جنم لیتی ہیں اور اگر خدا نخواستہ وہ کشمیر کو ہڑپ کرنے میں کامیاب بھی ہوگیا تو وہ اسی پر اکتفا نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک وہ پاکستان کو ختم نہیں کر دیتا۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

بھارتی قوت کی باتیں چھوڑ دو

خدا کے نام پر بھارتی قوت اور اس کے حجم اور اس کے اثرات کے بارے میں باتیں کرنا چھوڑ دو۔ قوم کو تیار کرو تا کہ وہ فرائض سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اگر ویت نام کے بہادر عوام اپنی جدوجہد کو اسی منطق پر آزماتے اور حالات کو جوں کا توں تسلیم کر لیتے تو وہ بھی اپنے دفاع میں ایک گولی چلائے بغیر دنیا کی طاقتور ترین قوم کے آگے ہتھیار ڈال دیتے۔ لیکن یہ سبق ویت نام کا نہیں ہے اور نہ ہی یہ سبق رومنوں کے زمانے سے لے کر اب تک تاریخ کا ہے۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

جموں کشمیر کے عوام

اگر ہتھیاروں کی برتری پر سب کچھ ہوتا تو دنیا میں کوئی بھی جنگ آزادی نہ لڑی جاتی۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ نہتے عوام نے اپنے خالی ہاتھوں کے مدد سے طاقتور حملہ آوروں کو شکست دی ہے اور چھوٹی قوموں نے ناقابل تسخیر فوجوں کے مقابلے میں آزادی حاصل کی۔ جموں و کشمیر کے عوام تاریخ کے اس دھارے

سے مختلف نہیں ہو سکتے۔ انہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ تہذیب کے رخ کی نفی کریں۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

حقوق کی جنگ

اگر دنیا میں ایسی قومیں موجود ہیں جو دوسروں کے حقوق کیلئے لڑنے کیلئے تیار ہیں تو ہمیں کم از کم اپنے علاقے کی حفاظت کیلئے جنگ کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہونا چاہیے۔ آؤ ہم عہد کریں کہ ہم ان دلائل کو نہیں سنیں گے جن سے حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور جن سے ہمارے عوام کی رسوائی ہوتی ہے۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

جموں و کشمیر کو آزاد کرانے کا عہد

اگر ہم نے اپنے ماضی کی تاریخ سے ہٹ کر کوئی راستہ اختیار کیا تو ہم صرف جموں و کشمیر کو ہی نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ پوری قوم کیلئے بدنامی کا باعث بنیں گے اور ملک کو خطرے سے دوچار کر دیں گے۔

یہ پارٹی کا عہد ہے کہ وہ عزت کے راستے سے کبھی نہیں ہٹے گی اور جموں و کشمیر کو آزاد کرنے کے عہد سے کبھی نہیں پھرے گی۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر پارٹی خدا اور انسان سے کئے گئے وعدے کو پورا کرے گی۔

(جموں کشمیر، اساسی دستاویز)

1965ء کی جنگ ستمبر سے سبق سیکھیں

۱۹۶۵ء کی جنگ ستمبر کوئی تاریخ قدیمہ کی بات نہیں کہ اس کی یاددہانی کرائی جائے۔ جب پاکستانی افواج نے بھارت کی جنگی مشین کی کمر توڑ ڈالی تھی۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے لئے اب بھی اسی طرح زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور اس وقت تک رہے گا جب تک یہ مسئلہ صرف اور صرف حق خودارادیت کی بنیاد پر حل نہیں ہو جاتا۔ اگر بھارتی حکومت نے جنگ بازی کے نشے میں اس راہ پر ایک قدم بھی اٹھایا جس پر گامزن ہونے کا مسٹر ونش سنگھ نے اشارہ کیا ہے تو پورے برصغیر پاک و ہند میں آگ بھڑک اٹھے گی۔

(کشمیر آزاد ہو کر رہے گا)

بھارتی نیتا

میں بھارتی نیتاؤں کی زبان خوب سمجھتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی میری زبان سمجھتے ہیں۔ میں انہیں متنبہ کرتا ہوں کہ شرافت سے کام لیں اور بین الاقوامی اصولوں کو ملحوظ رکھیں ورنہ "مار مار کران کا بھرکس نکال دیا جائے گا۔"

(کشمیر آزاد ہو کر رہے گا)

اعلان تاشقند نہ مٹنے والا داغ

ہم انہیں پسند کریں یا ناپسند یہ حقیقت ہے کہ اعلان تاشقند نے پاکستان کے ماتھے پر کبھی نہ مٹنے والے داغ لگا دیئے ہیں۔ ان کا جنگ کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے جس روز سے وزارت چھوڑی ہے میں اس نازک مسئلے کے بارے میں خاموش رہا ہوں۔

(اعلان تاشقند)

تاشقند کانفرنس

تاشقند کانفرنس میں ہندوستانی وفد سے بات چیت کا آغاز میں نے کیا۔ ان مذاکرات کے دوران میں نے یہ موقف اختیار کیا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں نے مشترکہ طور پر ریاست جموں وکشمیر کے عوام کو حق خود ارادیت دینے کا عہد کر رکھا ہے اور جب تک یہ عہد پورا نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات بہتر نہیں ہو سکتے۔ ان تنازعہ پر دو جنگیں ہو چکی ہیں اور اب ہندوستان کو اپنا عہد نبھانے کی ضرورت کا احساس کرنا چاہیے۔ بات چیت کی ان چند نشستوں کے بعد ایوب خان نے غالباً ہمارے میزبانوں کے نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مذاکرات کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ وہ علیحدگی میں شاستری سے طویل ملاقاتیں کرتے تھے اور آخر میں ہمیں مختصراً بتا دیا کرتے تھے کہ انہوں نے ہندوستانی وزیراعظم سے کیا باتیں کی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گفتگو کے مافیہ کو کس حد تک چھپاتے تھے۔ البتہ میں نے یہ تاثر لیا.... کہ وہ شاستری سے اپنی بات چیت کی ساری تفصیل سے ہمیں آگاہ نہیں کرتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ایوب خان شاستری کا جوڑ نہیں ہیں۔

(تاشقند کی کہانی)

اعلان تاشقند کا درد

جب اعلان تاشقند پر دستخطوں کی رسم ادا کی جا رہی تھی تو میں درد وغم اور بے بسی و مایوسی کے عالم میں ایک طرف خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے کامرانی کے چمن کو اجڑتے دیکھا۔ مجھے اپنے عوام کی بیش بہا قربانیاں رائیگاں جانے کا قلق تھا اور میں کشمیریوں کے لامتناہی مصائب پر رنجیدہ تھا میں نے تن تنہا "عظیم آمر" کی ستم رانیوں کا مقابلہ کیا یہ سب کچھ ایک بھیانک خواب کی طرح تھا مجھے وفد کے ان ارکان کی اخلاقی حالت پر بھی تعجب تھا جو مجھ سے کچھ اور ایوب خان سے کچھ کہتے تھے۔

(تاشقند کی کہانی)

شاستری کا انتقال

علی الصبح ہمیں اطلاع ملی کہ شاستری انتقال کر گئے۔ ایوب خان ہم سے پہلے ہندوستان وفد کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے تھے۔ ہم وہاں گئے تو انہیں سردار سورن سنگھ اور مسٹر چون سے مصروف گفتگو پایا۔ ہندوستانی وزارت خارجہ کے سیکریٹری مسٹر جھا بار بار کہہ رہے تھے۔ شاستری جی کی اچانک موت بہت بڑا المیہ ہے۔ آنجہانی اور صدر ایوب کے درمیان ایسی مفاہمت ہو گئی تھی جو اعلان تاشقند سے بھی اہم تر تھی۔ اب ان کی موت سے پیدا ہونے والا خواپُر کرنا دشوار نظر آتا ہے۔ ہوائی اڈے پر ایوب خان نے شاستری کی ارتھی کو کندھا دیا جب مجھے بھی ارتھی کو کندھا دینے کیلئے کہا گیا تو میں نے جواب دیا کہ کسی غیر مسلم کے تابوت کو کندھا دینا مسلمانوں کی روایات کے مطابق نہیں اور پھر میں کسی ایسے شخص کے تابوت کو کندھا کیسے دے سکتا ہوں جس نے حال ہی میں میرے وطن کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا۔

(تاشقند کی کہانی)

اقتصادی ترقی

کسی قوم کی اقتصادی ترقی کا طویل المیعاد منصوبہ اس کی مثالی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے تصور کے پس منظر میں اس کے اقتصادی نصب العین کے خدوخال کی نشاندہی کرتا ہے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

انسانی مقاصد کا تصادم

جب انسان کی مختلف امنگوں کو تعمیری افعال کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تو یہ افعال مقاصد کے تصادم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر مقصد دوسرے مقصد سے ترجیح کا طالب ہوتا ہے۔ لوگ مختلف اقدار و نظریات کے سلسلے میں مختلف امنگوں کے دباؤ کے تحت جس شدت سے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی مختلف درجوں کا ہوتا ہے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

انسانی افعال

اقتصادی منصوبہ بندی اور اقتصادی مقاصد کا تعین کرنے والے تمام انسانی افعال میں صرف اقتصادی عوامل کو کارفرما دیکھتا ہے۔ مذہب پرست انسانی افعال کو مشیت الٰہی پر محمول کرتا ہے۔ آزاد معیشت پر یقین رکھنے والا فرد کی اقتصادی زندگی کو ہر طرح مداخلت سے پاک تصور کرتا ہے۔ گویا ہر فرد کی سوچ کسی نہ کسی نظریہ، یقین یا تصور کی تابع ہوتی ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہم ایسی زندگی گزاریں جو اس کے نظام اقدار پر مبنی ہو اور اس کے تصور معیشت سے مطابقت رکھے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

زرعی ترقی

ہمیں نہ صرف زرعی پیداوار بڑھانی ہے بلکہ سیلاب اور بیماریوں سے پہنچنے والی نقصانات سے بچنے کا بھی انتظام کرنا ہے۔ ہم خوراک میں خود کفیل ہو سکتے ہیں اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم زراعتی ترقی اور پیداوار کیلئے درکار صحیح طریقے اختیار کریں۔ ہمیں تمام توتیں اسی میدان میں صرف کرنی چاہئیں، ہمیں سیم و تھور زدہ زمین کو دوبارہ قابل کاشت بنانا ہوگا۔ بنجر زمینوں کے وسیع قطعات بندوں اور نہروں کی تعمیر کے ذریعہ زرخیز بنانے ہوں گے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

www.bhutto.org

ایشیاء کا ڈنمارک

یہ بات بھولنی نہیں چاہیے کہ ہماری اسی فیصد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ زراعت کی ترقی کا مقصد آبادی کی اکثریت کی ترقی ہے۔ پاکستان صنعت کی ترقی کیلئے محدود وسائل رکھتا ہے اسے ایشیا کا ڈنمارک بننے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ ایشیا کا جرمنی۔ ایک جرمن مورخ نے ایک بار کہا تھا:

"اگر خدا فولاد کا بنا ہوا ہے تو میں اس پر ایمان لاتا ہوں"۔ ہمارے ہاں لوہا، فولاد، تانبا، کوئلہ اور دوسری دھاتیں کہاں ہیں؟ جب تک ہمیں تیل دستیاب نہیں ہوتا، ہماری کپاس ہمارا فولاد ہے اور ہماری پٹ سن ہمارا تیل۔ ہم چراگاہوں کے باشندے ہیں اور ہمیں اس پر فخر کرنا چاہیے۔ زراعت ہی ہماری بنیاد ہے اور ہمیں اس پر انحصار کرنا چاہیے۔ ہم نے اسے طویل عرصہ تک نظرانداز کیے رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صنعت کی توسیع روک دی جائے، بلکہ صنعت کو وسعت دینے کی کوششیں تیز تر کر دینی چاہئیں۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

آمدنی کا ترقی میں کردار

ٹیکسوں میں فیصد اضافہ سے صنعتی ترقی لازمی طور پر متاثر نہیں ہوتی۔ اس دور میں بڑی صنعتیں کارپوریشنوں کی ملکیت ہیں۔ کارپوریشن کے قانونی لحاظ سے وہی حقوق و فرائض ہوتے ہیں جو فرد واحد کے ہوتے ہیں۔ فرد واحد کارپوریشن کی شکل اختیار کر کے نسبتاً زیادہ دولت جمع کر لیتا ہے۔ مجموعی آمدنیوں پر ستر اسی فیصد ٹیکس عائد کرنے کی باوجود، جو کروڑوں اربوں روپے تک پہنچ جاتا ہے منافع کی کشش ختم نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر تیل کمپنیوں کے ڈائریکٹروں اور دوسرے عملے کو بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں۔ صنعتی ترقی کی کوئی حتمی حد نہیں ہے۔ صنعتوں کو اندرون ملک منڈیاں میسر ہوتی ہیں۔ اس کی آمدنی میں اسی کی ترقی کے تناسب سے اضافہ ہوتا ہے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

سرمایہ کاری کی فراہمی

ترقی پذیر ملکوں کی اقتصادی ترقی کی اہم ترین ضرورت معقول سرمایہ کاری کی فراہمی ہے۔ اندرونی بچتوں

کی شرح بہت کم ہے جو تھوڑی بہت بچتیں ہیں وہ آبادی میں بے تحاشہ اضافہ کی نذر ہو رہی ہیں۔ ہماری مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہمارے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ہمیں بین الاقوامی امداد کے علاوہ زر مبادلہ کی بھی ضرورت ہے۔ ہم زر مبادلہ بھی کما سکتے ہیں، جب ہمیں اپنی پیداوار کی معقول قیمت ملے۔ صرف اس صورت میں ہم اپنی ترقی میں خود حصہ لے سکتے ہیں۔ اپنی استعداد بڑھانے کا انحصار زر مبادلہ پر ہے۔ یہ امر تشویش ناک ہے کہ گذشتہ سالوں میں ہمارے زر مبادلہ کی آمدنی میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

ملک کا وسیع تر مفاد

ملک کے وسیع تر مفاد کیلئے ضروری ہے کہ ملک کے وسائل کو پیداواری مقاصد کیلئے استعمال کیا جائے۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

افراط زر کی لعنت

ماضی میں منزل مقصود کا شعور مفقود تھا۔ حصول منزل کیلئے جوش و جذبہ نہیں تھا، اس لئے یقینی کامیابیوں کے باوجود ہماری رفتار بہت سست تھی۔ منزل مقصود سے آگاہی، صحیح سمت، جوش و جذبہ اور استحکام کی موجودگی میں بعض اوقات یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ پاکستان جیسے ملک میں اقتصادی ترقی کی رفتار ایک حد سے تیز نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے وسائل محدود ہیں اور معیشت کا انحصار بیرونی ذرائع پر ہے۔ اگر ہم بجٹ میں توازن اور تناسب کو پیش نظر نہ رکھیں تو ہم انتشار کا شکار ہو جائیں گے۔ ظاہری اور واضح تحدیدات کے باوجود تیز رفتار ترقی کا نتیجہ لازمی طور پر افراط زر پر منتج ہوگا۔ اور افراط زر اپنی تمام لعنتوں کے ساتھ آئے گا۔

(پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی اساس)

انقلاب

ہر انقلاب ایک خاص حد تک اپنے قائد کی شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔

(ہمارا صدر اور انقلاب)

www.bhutto.org

سندھ اور رائیڈ بیراج

چنانچہ سندھ کیلئے یہ لازم تھا کہ قربانیاں دے تا کہ اقتصادی طور پر خود کفیل ہو سکے۔ چونکہ اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں تھا اس لئے نیا تعمیر شدہ لائڈ بیراج نجات کا باعث بنا۔ جو زمین اس سے سیراب ہوتی تھی اس پر بھاری مالیہ عائد کیا گیا کیونکہ کوئی متبادل صورت نہیں تھی۔ سندھ کو ان میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا کہ یا تو بمبئی کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہے یا بھاری مالیہ کا سامنا کر کے علیحدہ صوبہ بن جائے۔ ان حالات کے تحت ضرورت کے مطابق کم وبیش شرح کا فارمولا مرتب کیا گیا اور مالیہ کی شرح بڑھا دی گئی۔ بیراج کے قرضے توقع سے قبل ادا کر دیئے گئی اور سندھ خسارہ کے بجائے فاضل بجٹ کا صوبہ بن گیا۔

(سندھ کے مال گزاری نظام کی اصولی تنظیم)

صحافت پر فخر

میں حیران ہوں کہ کیا میں اسے نئی مہم وئی کا نام دوں! میں صحافت میں پہلی مرتبہ قدم نہیں رکھ رہا ہوں، چند سال پہلے طالب علمی کے زمانہ میں پہلی مرتبہ میں نے اس میدان میں قدم رکھا اور ابلاغ کے اس فن سے واقفیت پیدا کی۔ میں پاکستان کا والٹر پمین نہیں بننا چاہتا اگرچہ مجھے اس باصلاحیت برادری کا رکن بن کر فخر کا احساس ہوگا جس سے اس کا تعلق ہے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

صحافت کیا ہے؟

صحافت کا معیار اور اسلوب ہر معاشرے میں برپا ہونے والے حقائق کا عکس ہی ہوتا ہے۔ صحافت رجحانات کو بھی اور تخلیق کرتی ہے۔ یہ گرمئی رفتار پیدا کرتی ہے اور عوام کے مزاج اور ان کے دھڑکنوں سے صحافت لاتعلق نہیں رہ سکتی۔ یہ حالات کے بہاؤ کے ساتھ دوڑتی ہے اور صورتحال کو بلانے والی ہر لہر پہ سوار ہو جاتی ہے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

صحافت کی ذمہ داریاں

پہلے زمانے سے کہیں زیادہ ہمارے زمانے میں صحافت سیاہی اور خون دونوں سے لکھی جاتی ہے۔ اس نے بے پناہ رکاوٹوں کے خلاف جرئت کا ثبوت دیا ہے بعض اوقات اس نے بزدلانہ بے عملی بھی دکھائی ہے۔ صحافت حالات کی قیدی ہی۔ لیکن اس کے ہاتھ میں جیل کی چابی بھی ہے۔ اکثر لوگ کہیں گے کہ اعلیٰ پایہ کی صحافت اخبارات کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں۔ اخبارات کا کام محض آج کے خشک حالات کو قلمبند کرنا ہی نہیں، کیونکہ یہ کام تو شاید ٹیلیویژن اور ریڈیو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں، بلکہ کھول کر رکھ کر دینا، رہنمائی کرنا، پیش بینی کرنا اور پرکھنا بھی ان کا کام ہے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

صحافت کے فرائض

دوسرے الفاظ میں صحافت قلمبندی کا ذریعہ، یا ڈاکخانہ یا ابلاغ کا وسیلہ نہیں۔ اس کے فرائض بہت زیادہ اہم ہیں۔ ان فرائض کو مناسب طور پر نباہنے کے لئے ضروری ہے کہ جرئت کے ساتھ بات کی جائے اور حق گوئی سے کام لیا جائے، خواہ یہ پریشانی اور اذیت کا باعث کیوں نہ ہو۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

بے لگام ابلاغی آزادی

جس طرح کہ اخبارات کی بے لگام آزادی قومی مفاد کیلئے مضر ہے اسی طرح آزادی پر قدغن اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ کچھ چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کی پردہ پوشی کی جا سکتی ہے اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جنہیں چھپانا مشکل ہوتا ہے۔ اگر عوام کے جذبات او مایوسیوں کو ڈھانپ دیا جائے تو ماحول خوفناک بدبو سے بھر جاتا ہے جو ملکی حدود سے باہر تک پھیل جاتی ہے۔ "آزادی اظہار" اس کے معانی اور فوائد کے بارے میں دلائل لاتعداد ہیں۔ سیاسی اور اقتصادی دلائل ہی نہیں بلکہ بے شمار فلسفیانہ نکات بھی حق میں یا مخالفت میں دیئے جا سکتے ہیں لیکن بات بے نتیجہ رہے گی۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

www.bhutto.org

صحافت کو فطری رخ اختیار کرنے دینا چاہیے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

پاکستان اور صحافت

پاکستان میں صحافت ایک مشکل عبوری دور سے گزر رہی ہے۔ آخر کار یہ یقیناً اپنا مقام متعین کر لے گی۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

قانون کا عظیم پیشہ

قانون کا پیشہ ایک عظیم پیشہ ہے۔ ہر نظام میں اسے بلند مقام حاصل ہوگا۔ ایسا معاشرہ جس میں قانون ناپختہ اور بے ربط ہو غیر مہذب اور وحشی ہی کہلائے گا۔ قانون عظیم نفاست کا دوسرا نام ہے اور اس میں خامی ایک لعنت ہے۔ قانون کی حکمرانی تہذیب کی طاقتور ترین ڈھال ہی۔ یہ ہر شہری اور ریاست کا فرض ہے کہ وہ معاشرتی نظام کے اس بڑے ستون کو مضبوط بنائے۔ وہ لوگ جو قانون کا تحفظ چاہتے ہیں، اس کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ جو لوگ قانون کی پاکیزگی برقرار رکھتے ہیں وہ بھی انصاف کی بنیاد پر لوگوں پر حکمرانی کے فوائد سے باخبر ہوتے ہیں۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

سیاست میری پہچان

اگرچہ پیدائشی طور پر میں زراعت پیشہ اور تعلیمی اعتبار سے ایک وکیل ہوں، مگر سیاست سے بھی میرا واسطہ رہا ہے۔ ہر چیز سے بڑھ کر سیاست ہی میری روح کو بیدار کرتی ہے اور ایک مستقل رومان کا شعلہ بھڑکاتی ہے۔ سیاست ایک اعلیٰ سائنس اور فنِ لطیف ہے۔ یہ معاشرے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے اور منصفانہ توازن کی حتمی معمار ہے۔ ہمارے ملک کو کئی ایک سیاسی مسائل درپیش رہے ہیں، لیکن صرف اس میدان میں ہی بالآخر صحیح صورت حال صورت پذیر ہوگی جو ہمارے عوام کی بھلائی کا باعث بنے گی۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

www.bhutto.org

مفاد پرست سیاستدان

سیاست صاف ستھری ہونی چاہیے۔ یہ منفی مصلحتوں پر مبنی نہیں ہونی چاہئے۔ نہ ہی اس کا انحصار فردوں اور ذاتی منفعت اور لالچ پر ہونا چاہئے، بہت سے لوگ قابل فہم وجود کی بناء پر سیاست کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کئی لحاظ سے سیاست دان بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے کہ ہم نے سیاست میں سیاست بازی سے کام لیا ہے۔ ہم نے ایک عظیم فن کو آلودہ کردیا ہے۔ لوگ اب ایسے سیاست دانوں پر مزید اعتماد نہیں کر سکتے جو ان کے جذبات سے کھیلتے رہے ہیں اور مفاد کی جھلک پر اصول قربان کرتے رہے ہیں۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

قوم سیاسی زندگی میں نئی کروٹ

قوم کی سیاسی زندگی میں ایک نیا دور ابھر رہا ہے۔ اب جبکہ تقدیر نئے سال کی طلوع کی دہلیز پر کھڑی ہے۔ پاکستان کے سیاست دان ایک نازک اور نئی آزمائش کا سامنا کر رہے ہیں۔ اب ایک نیا انداز فکر اور ایک نیا اسلوب ابھر کر رہے گا۔ اس لئے کہ پرانے اطوار لوگوں کیلئے کوئی کشش نہیں رکھتے۔ اب یہ کافی نہیں کہ کوئی آدمی تند و تیز پارلیمانی مقرر ہو یا یہ کہ ماہر برجستہ گو ہو اور یہ جانتا ہو کہ "نکتہ اعتراض" کب اٹھانا ہے یا سوالات کی بوچھاڑ سے کب دق کرنا چاہئے اب سیاست کے ہر پہلو میں ایک نیا ہمہ جہت انداز دریافت کرنا پڑے گا۔ ہاتھ کا زمین تک پہنچنا ہے، آنکھ کا زیر سطح لہروں کو دیکھنا ہے اور کانوں میں بہت دور سے عوام کے دلوں کی دھڑکن سننے کی صلاحیت پیدا کرنا لازمی ہے اب "زندہ باد" کا بلند نعرہ اور عام جلسوں میں تحسین کے ڈونگرے سیاسی اہلیت کا آخری معیار نہیں قرار پائیں گے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

عوام بہتر اور باعزت زندگی کے خواہاں ہیں

عوام بہتر اور باعزت زندگی کے خواہش مند ہیں۔ اگر سیاست دان نے دور حاضر کے تقاضوں کے نئے چیلنج کا مقابلہ نہ کیا تو اس کی عیاری اور ذہانت رائیگان جائے گی۔ اب مسئلہ "بناؤ اور بگاڑ" یا ایک معروف اردو محاورے کے زبان میں "جوڑ توڑ" کا نہیں اب لیڈروں کو جیل بھیج کر یا دہشت گردی اور جبر کا آسان

www.bhutto.org

نسخہ استعمال کر کے قومی مسائل کا حل تلاش کرنا ممکن نہیں رہا۔ دہشت گردی اور جبر بھی سیاسی مسائل کے حتمی حل ثابت نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس ان طریقوں سے مزید پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں۔ انتظامیہ کو دھمکانا نہیں چاہئے نہ ہی انتظامیہ کیلئے دھمکانا اچھا ہے۔ تنقید جائز ہونی چاہئے اور حل منصفانہ اور حقیقت پسندانہ ہونے چاہئیں۔ آزاد معاشرے میں ذاتی دشمنی کی کوئی گنجائش نہیں۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

قانون، صحافت اور سیاست کی مشترکہ قدریں

قانون، صحافت اور سیاست میں بہت کچھ مشترک ہے۔ لیکن سیاست اس قدر ہمہ گیر مضمون ہے کہ سیاست دان کیلئے اس فن کو ساتھ لے کر پیدا ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ ایسے کئی دوسرے مضامین کو سمجھنے کی اہلیت رکھنا بھی لازمی ہے۔ سیاست دان کو موزوں وقت کا احساس بھی ہونا چاہئے اسے عوام کا مزاج اور امنگیں سمجھنی چاہئیں۔ سیاست دان کو معمار اور عوام کا مزاج شناس ہونا لازمی ہے، نیز اس میں آزاد قوم کو ثقافت کو قوت اظہار بخشنے کی اہلیت ہونی چاہئے۔ اسے جاننا چاہئے کہ مصیبتیں کیسے برداشت کی جاتی ہیں۔ عوام کی تکلیف پر کیسے چیخ و پکار کی جاتی ہے اور ان کے مصائب پر کیسے آنسو بہائے جاتے ہیں۔ اسے معلوم ہونا چاہئے اور ہنگامی حالات میں تحمل اور تعمیری اطوار کا ثبوت دینا چاہئے۔ اسے دن کی روشنی میں کام کرنے کا سلیقہ آنا چاہئے اور مکمل تاریکی میں چلنے کی اہلیت رکھنی چاہئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نامساعد حالات میں نصب العین کو تھامے رکھنے کیلئے اس میں ایمانداری اور ہمت ہونی چاہئے۔ اس میں لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کی ہمت اور اس وقت ''نہیں'' کہنے کی جرأت ہونی چاہئے، جب یہ ''نہیں'' مقبول نہ ہو۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

سیاست کا مزاج

سیاست بڑی آب و تاب رکھتی ہے۔ اس میں وہ کچھ بھی شامل ہے، جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور وہ بھی جو نہیں لکھا ہوا سیاست دان میں تحمل بھی ہونا چاہئے اور جرأت بھی۔ بعض اوقات تحمل نہیں بلکہ خطر پسندی اور جرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن خطر پسندی اور جرأت میں مہم جوئی کا شائبہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ جو

www.bhutto.org

لوگ اپنے لیڈروں پر اعتماد کرتے ہیں ان کے مستقبل سے کھیلنا خطرناک بات ہے۔ صحافت اور سیاست باہم متعلق ہے۔ ایک صحافی کیلئے ضروری ہے کہ اسے سیاست کا علم ہو، تاکہ وہ سیاسی حالات کو سمجھ سکے اور وہ ان کا صحیح اندازہ لگا سکے اور تجزیہ کر سکے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

جمہوریت

جمہوریت عدم مساوات اور عدم رواداری کی فضا میں نہیں پنپ سکتی۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

عوام

عوام تاریخ کا رخ پہچانتے ہیں۔ ہر دن بہتر بصیرت لے کر آتا ہے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

نظریاتی ممالک

نظریاتی ملک جمہوری بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے، لیکن دونوں نظاموں کا مرکب کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ نہ تو آمریت میں جمہوری مزاج پیدا کیا جا سکتا ہی اور نہ ہی جمہوریت کو آمریت کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

فن تعمیر مجھے پسند ہے

اگر میں آزاد ہوتا اور حالات اور ماحول کی جبریت کو اس قدر دخل نہ ہوتا، تو شاید میں فن تعمیر کا پیشہ اختیار کر لیتا۔ مجھے ہمیشہ سے ہی فن تعمیر پسند رہا ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جو اس وقت بھی میری توجہ کا مرکز رہا، جب کہ میں سیاست کے ہنگاموں میں پھنسا ہوا تھا۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب چھ یا سات سال کی عمر میں میں نے پہلی مرتبہ موہن جو دڑو دیکھا تھا۔ یہ جگہ پوری طرح میرے دل میں اتر گئی۔ میں وہاں بار بار

www.bhutto.org

جاتا اور ہزاروں سال پہلے کی اس تہذیب کے معماروں کے تعمیراتی کارناموں کی درستی اور حسنِ تناسب کی گھنٹوں داد دیتا تھا۔ مجھ پر اس کا اثر جادو کا سا تھا اور ان ناقابلِ فراموش دنوں کے بعد بھی جب میں انجینئرنگ اور فنِ تعمیر سے پہلی مرتبہ روشناس ہوا، میں اس مضمون میں روز افزوں اور مستقل دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ بعد میں اپنی جوانی کے ایام میں جب میں نے تاج محل کا معجزہ دیکھا، تو میں نے تعمیر کے عظیم فن کی ابدی محبت کا عہد کیا۔ میں نے یونیورسٹی کے طالب علم کی حیثیت سے اپنے مضمون کی بجائے فنِ تعمیر پر گھنٹوں لیکچر سنے۔ میرا روم میٹ جو ایک پارسی اور سکول کے دنوں سے ہی میرا دوست تھا، وہ فنِ تعمیر کا طالب علم تھا، میں نے اس سے اس کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

فنِ تعمیر اور سیاست میں تعلق

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فنِ تعمیر اور سیاست میں براہ راست تعلق ہے۔ ماہر تعمیرات کو سیاست دان کی طرح ماحول کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اسے وقت اور جگہ کی سوجھ بوجھ ہونی چاہئے۔ اسے آب وہوا اور مٹی کی بابت جاننا چاہئے اور اسی کے مطابق تعمیر کا کام کرنا چاہئے۔ اسے حال نہیں مستقبل کی ضرورتیں بھی پوری کرنی چاہئیں۔ اس کی عمارت مکینوں اور باہر سے دیکھنے والوں کے ذوق پر پوری اترنی چاہئے۔ یہ اس طرح بنائی جانی چاہئے کہ یہ آرام دہ ہو اور ضیاع سے پاک ہو۔ اس کی سہولتیں صرف مکینوں اور مہمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ ان کیلئے بھی ہونی چاہئیں جن کو یہ ورثہ میں ملے گی۔ سیاست کی طرح عمارت کا اپنا مزاج اور اسلوب ہونا چاہئے نیز یہ مکین کے وسائل اور بجٹ کے مطابق بنائی جانی چاہئے۔ یہ انسانی فطرت کو سمجھنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کیلئے ماہرانہ مزاج درکار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ منصوبے کے مطابق ہونا چاہئے۔ منصوبے کے بغیر تعمیر ممکن نہیں، جیسے منصوبے کے بغیر سیاست ممکن نہیں۔ ماہر تعمیرات کو بھی سیاست دان کی طرح تعمیر کا کام کرنا چاہئے اور سیاست دان ہی کی طرح خوبصورت اور حقیقت پسندانہ معیار قائم کرنے چاہئیں۔

(صحافت میں میرا پہلا قدم)

www.bhutto.org

نئی سیاسی پارٹی کی ضرورت

اس نئی سیاسی پارٹی کے قیام کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کے عوام کا ایک فعال حصہ جس میں ہماری نئی نسل پیش پیش ہے، اس کا ایمان ہے کہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی سے پاکستان کی بڑی بڑی مشکلات کو حل نہیں جا سکتا۔ ہر زمانے کا اپنا سیاسی ماحول اور اپنے سیاسی خدوخال ہوتے ہیں۔ موجودہ دور جو کہ نئی امنگوں اور ان سے وابستہ عمل کی نئی دعوتوں کا آئینہ دار ہے۔ اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی نئی قوت اور نکھار کے ساتھ پاکستان کے تمام عوام کیلئے ایک ایسے مثالی معاشرے کی تعمیر کا کام سنبھال لے۔ جس کیلئے اس ملک کے عوام نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔ اب عوام کبھی بھی اس بات پر رضامند نہیں ہو سکتے کہ وہ محض ماضی کی طرف دیکھتے رہیں اور نہ ہی وہ موجودہ حالات کی سنگینی کو زیادہ برداشت کر سکتے ہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ عدل وانصاف پر مبنی ایک نیا نظام قائم کیا جائے، جس میں ملک کے کروڑوں عوام کے بنیادی حقوق اور مفاد کا تحفظ ہو سکے۔ یہ کام اور یہ فرض، ایک نئی سیاسی جماعت ہی ادا کر سکتی ہے۔ اس اخلاص کے جذبے اور اس نئے یقین اور نئی امید کے ساتھ ہی یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کا حل ہماری قومی اقدار کے مطابق روشن خیالی اور نئے نقطہ نظر سے تلاش کیا جائے گا۔

(ایک نئی پارٹی کیوں؟)

عوام کے مسائل اور حل کی تلاش

پاکستان کے عوام سے یہ درخواست باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد ضروری ہے کہ عدل و مساوات کے اصولوں پر رکھی جائے نہ کہ جبر و استبداد اور لوٹ کھسوٹ کے پرانے مسلک پر۔ اس نئی بنیاد پر پاکستان کے عوام اپنے اندرونی اور بیرونی مسائل کا حل یقینی طور پر تلاش کر سکتے ہیں۔

(ایک نئی پارٹی کیوں؟)

پاکستان گرداب میں گھرا ہوا ہے

پاکستان اک گرداب میں گھرا ہوا ہے۔ جب ہم پیچھے مڑ کر اپنے وجود کی گزشتہ بیس سالوں پر نگاہ ڈالتے

ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بین الاقوامی اور پاک و ہند مسائل کو گڈمڈ کرنے کا ایک خطرناک رجحان پرورش پاتا رہا ہے۔ اس موقف پر اصرار کرنا بے معنی ہے کہ بحران آج کے دور کا تقاضا اور اس ہمارے مضطرب عہد کا فطری مظہر ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ جو شیطانی رجحان کارفرما ہیں ان کا دھارا بدل دیا جائے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

حکومت اور دستور کا انتخاب کریں گے

یہ صرف ہمارا ملک ہی نہیں جو بحرانوں کے دائروں میں گرفتار ہے، مگر بہت سے ملکوں نے ہم سے ملتے جلتے مسائل حل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے اور وہ طاق پکڑ کر دوسرے معاملات کو سر کرنے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے بڑھنے کی طاقت اپنے بنیادی داخلی مسائل حل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے دوسرے ملکوں کے برعکس بدقسمتی سے پاکستان ابھی تک اپنے بیشتر بنیادی داخلی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا اثر عوام، ان کے مقدر، ان کے بچوں کی زندگیوں اور ان کے معاشرے کی آئندہ ہیئت پر پڑنے والا ہے۔ جس مسائل کا تعلق عوام اور ان کی امنگوں سے ہے، سچ پوچھئے تو آج تک انہیں عوام کے سامنے رکھا ہی نہیں گیا کہ وہ انہیں حل کرتے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے یقین دلایا تھا کہ پاکستان کی حکومت اور دستور کا انتخاب پاکستان کے عوام کریں گے۔ یہ وعدہ ہنوز معرض التواء میں ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

عوام کا آزادانہ فیصلہ

جب تک ملک کے عوام اپنے مستقبل کا آزادانہ فیصلہ نہیں کرتے، ہماری مشکلات کا خاتمہ محال ہے۔ موجودہ جمود کو محض ہتھکنڈوں سے نہیں توڑا جاسکتا۔ آگے کی جانب کوئی قدم پچھلی غلطیوں کے بوجھ سے آزاد ہو کر ہی اٹھ سکتا ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

www.bhutto.org

پرانے طریقے چھوڑدو

انتشار کے گرد و غبار میں ایک راستے کے نشانات واضح ہو رہے ہیں۔ عوام کی ایک روز افزوں تعداد جس میں نئی نسل سرفہرست ہے اس نتیجے پر پہنچ گئی ہے کہ پاکستان کے مسائل حل کرنے کیلئے پرانے طور طریقے ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہر عہد کی اپنی سیاسی معنویت ہوتی ہے۔ اپنے مدوجزر ہوتے ہیں۔ آج کے جوشیلے اور للکارتے ہوئے دور کا تقاضا ہے کہ پاکستان کی پوری آبادی کی بہترین امنگوں کے مطابق معاشرے کی تعمیر کیلئے ایک بالکل نئی راہ تراشی جائے۔ ہم ماضی کی طرف پلٹنے کو تیار نہیں، نہ ہی عوام موجودہ حالات کو مزید برداشت کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے اعلان کیا ہے کہ طاقت کے مالک عوام ہیں۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

عوام اور عادلانہ نظام

جب عوام اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے تو آج کی قتل گاہوں پر ایک عادلانہ معاشرے کی بنیاد رکھیں گے۔ وہ ہم مرتبہ مردوں اور عورتوں پر مبنی ایک آزاد بھائی چارے کی تخلیق کریں گے جوان کے آدرشوں کی تکمیل کا درجہ رکھے گا۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

بدعنوانی کی وبا

بدعنوانی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ عام آدمی کیلئے اتنے پیسے کمانا محال ہو گیا ہے کہ وہ شریفانہ زندگی گزار سکے۔ ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے اور متوسط طبقہ بری طرح ان کی زد میں آیا ہوا ہے۔ یہ حالات چین کی کومن تانگ حکومت کے دور کے حالات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ صنعت کاروں اور افسروں کے درمیان اقتصادی اور سیاسی طاقت میں ساجھے ہے اور چاروں طرف بے ہنگم، غلیظ آبادیاں پھیلتی جاتی ہیں، جن کا لوگوں کی صحت پر نہایت برا اثر پڑ رہا ہے۔ ہسپتالوں میں مہلک بیماروں کے علاج کی سہولت میسر نہیں۔ نقلی دوائیاں بیماروں کو دی جاتی ہیں۔ جو انہیں فوری طور پر موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔ وہ بدمعاش جو اشیائے خوردنی میں آمیزش کرتے ہیں اور اپنی ناجائز دولت میں چور بازاری سے دن دونا اضافہ کرتے

www.bhutto.org

ہیں، انہیں سزا کا کوئی خوف نہیں رہا۔ سرکاری ٹرانسپورٹ کے نظام کی کارکردگی شرمناک ہے۔ حادثات کی اتنی بھرمار ہے کہ شاہراہیں موت کے پھندے بن گئی ہیں۔ ٹرینوں کو دن دیہاڑے روکا جاتا اور اور مسافروں کو لوٹا جاتا ہے، جبکہ ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان گھنٹوں باقاعدہ بندوق بازی ہوتی ہے۔ دریائی اور جنگلی علاقے لٹیروں کی پناہ گاہ بن چکے ہیں۔ معصوم نوجوان لڑکوں کو زبردستی ان بیگار کیمپوں میں دھکیلا جارہا ہے، جو قصبات کی مضافات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لاہور جیسے بڑے شہروں میں گواہوں کو کچہریوں کی حدود میں قتل کیا جارہا ہے۔ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان پر قاتلانہ حملے ہورہے ہیں، لیکن مجرم فرار ہوجاتے ہیں اور شناخت نہیں ہو پاتی۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

شہری آزادیاں

شہری آزادیوں میں ہماری آئندہ مسرت کا راز مضمر ہے۔ مختلف مفادات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے جو عناصر ناگزیر ہیں ان میں شہری آزادیوں کو اولین مقام حاصل ہے۔ تمام بنیادی حقوق اہم ہیں اور تنسیخ ہو یا ترویج، انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ کسی آزاد معاشرے کا ڈھانچہ مجموعی طور پر ان تمام حقوق پر قائم ہوتا ہے، جو بنیادی ہیں۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پوری آبادی کی شرکت

موجودہ حالات کی جگہ ایک ایسے جمہوری اختیار کا دور دورہ ہونا چاہئے، جس میں پوری کی پوری آبادی نہ صرف شریک ہو بلکہ اس بات کا احساس رکھے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے اور اس پر فخر کرے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پاکستان افلاس زدہ ملک

پاکستان دنیا کا وہ علاقہ ہے، جہاں افلاس کی گھٹائیں سب سے گہری ہیں۔ سوشلزم کے ذریعے اس داغ کو دھونا ہی پڑے گا۔ سب سے پہلا قدم یہ ہوگا کہ غاصبانہ سرمایہ داری کا خاتمہ کردیا جائے اور سوشلزم کو

www.bhutto.org

حرکت میں لایا جائے۔ ذرائع پیداوار کو، جو صنعتی ترقی کو جنم دیتے ہیں، یا جن پر صنعتوں کا انحصار ہے، ہرگز نجی ہاتھوں میں نہیں رہنے دینا چاہیے۔ تمام کاروبار جو قومی معیشت کے بالائی ڈھانچے کی تشکیل کرتے ہیں، لازماً عوامی ملکیت میں ہونے چاہئیں۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

نجی سیکٹر

بنیادی ذرائع پیدائش اور اور ذرائع مبادلہ پر عوامی اختیار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نجی سیکٹر کو ختم کر دیا جائے گا۔ نجی کاروباریوں کو اپنا مفید کردار انجام دینے کی مہلت دی جائے گی، لیکن وہ اجارہ دارانہ ذخائر قائم کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ نجی سیکٹر کو انہی حالات کے تحت پروان چڑھنا چاہئے جو نجی کاروبار کو زیب دیتے ہیں، یعنی مقابلے کے حالات، نہ کہ اس طرح کے سرکاری تحفظ کی آڑ میں، جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پاکستان میں سوشلزم

ایک جگہ کے حالات دوسری جگہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ پاکستان میں جو سوشلزم نافذ ہو سکتی ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کے نظریہ حیات سے ہم آہنگ ہو اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے جمہوری ہو۔ کسی طرح بیرونی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر سوشلزم کی اسکنڈی نیوین قسم جو سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سوشلزم کی پاکستانی قسم نہ ہو جو ہمارے مزاج کے حسب حال ہو۔ ''سوشلزم ہماری معیشت ہے'' کیونکہ سوشلزم کے بغیر ہم سچی وحدت اور سچی مساوات حاصل نہیں کر سکتے جو ایک ایسی قوم کیلئے اور بھی قیمتی ہے جو جغرافیائی طور پر دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

روح کی آزادی

جب آزادی کی روح کی جگہ غلامی کی کوئی نئی قسم مسلط ہو جائے، تو گزشتہ قربانیوں کی یاد کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ بھی محو ہو جاتا ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

www.bhutto.org

اقتصادی مساوات

پاکستان کا اتحاد اس وقت بروئے عمل آئے گا، جب عوام کو ان کے سیاسی حقوق، جن میں اقتصادی مساوات بھی شامل ہے، دے دیئے جائیں گے۔ لوٹ کھسوٹ جتنی زیادہ ہوگی، قومی اتحاد اتنا ہی محال ہوتا چلا جائے گا۔ جتنی جلدی لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ ہوگا، اتنی جلدی اتحاد کی فضا پیدا ہو جائے گی۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پاکستان کی خارجہ پالیسی

پاکستان کی خارجہ پالیسی کئی طوفانوں سے گزری ہے۔ اس کی بنیاد کئی واہموں پر رکھی گئی ہے۔ ہم نے موقع دیا ہے کہ زمانے کے حالات پاکستان کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ ایسے مواقع اکثر آئے ہیں کہ ہم بودی دلیلوں سے دیوانہ وار چمٹے رہے اور مستحکم دلیلوں کو سرسری طور پر ٹالتے رہے۔ ہم نے یکے بعد دیگرے کتنی ہی مایوسیاں سہی ہیں اور کتنی ہی ناکامیوں کا منہ دیکھا ہے۔ ہم ایک انتہا سے دوسری انتہا کی جانب لڑھکتے رہے ہیں، سرکشی سے اطاعت گزاری تک، غرور تکبر سے عجز وانکساری تک، تیزی اور طراری سے سستی اور جمود تک پاکستان کی خارجہ پالیسی نامرادی اور مایوسی کا شکار ہوتی رہی ہے۔ دو جنگیں بھی لڑی گئی ہیں، جن سے کوئی قومی مقصد حاصل نہیں کیا جا سکا بلکہ تنازعات کے حل کی بجائے ایسے معاہدے کر لئے گئے ہیں جو قومی مقاصد کے برعکس ہیں۔ اس طرح نہ تو اقتصادی خود کفالت وجود میں آئی ہے اور نہ ملکی تحفظ کی ضمانت ملی ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

امریکہ کے ساتھ عظیم اتحاد

امریکہ کے ساتھ "عظیم اتحاد" کے دوران پاکستان کا موقف کچھ اور تھا، امریکہ کا موقف کچھ اور۔ امریکہ بھارت کو نہیں، کیمونسٹ ملکوں کو گھیرے میں لینا چاہتا تھا۔ اس کے برعکس پاکستان کا خیال تھا کہ یہ اتحاد بھارت کے خلاف ایک زبردست ڈھال ثابت ہوگا، لیکن یہ خیال ایک واہمہ تھا، جسے ۱۹۶۵ء کی جنگ نے بری طرح بے نقاب کر دیا۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

www.bhutto.org

برصغیر اور فوجی عدم توازن

برصغیر میں مقدار کے اعتبار سے فوجی عدم توازن ہمیشہ موجود رہے گا۔ یہ عدم توازن کم و بیش تو ہوسکتا ہے لیکن دونوں ملکوں کے وسائل میں گہرے فرق کے باعث قائم ودائم رہے گا۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

چین کی پاکستان سے ہمدردی

عوامی جمہوریہ چین وہ واحد ملک ہے، جسے پاکستان کی اصل ضروریات سے ہمدردی ہوسکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برصغیر میں اس ملک کے مفادات پاکستان کے مفادات سے ہم آہنگ ہیں۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پاکستان ، بھارت تصادم اور چین

صرف عوامی جمہوریہ چین اس قابل ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجی عدم توازن کو کم کر سکے۔ خواہ وہ پاکستان کو ہتھیار دے کر ایسا کرے، سیاسی ذرائع سے کرے، یا دونوں طرح سے وہ بھارت اور پاکستان کا بالکل قریبی ہمسایہ ہے اور بھارت کے ساتھ اس کا سرحدی تنازع ہے جسے پاکستان نظرانداز نہیں کرسکتا۔ پاکستان کو بھارت سے نپٹنے کیلئے کسی نہ کسی تائید کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔ حکومت کو یہ بات پسند ہو یا ناپسند، واقعہ یہی ہے کہ موجودہ حالات میں چین ہی ایسی تائید ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر یہ تائید باقی نہ رہے، تو پاکستان تینوں بڑی طاقتوں کے ساتھ ساتھ بھارت کے رحم وکرم پر ہوگا۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

پاکستان اور چین

لازم ہے کہ ایشیا میں چین کا اثر بڑھتا چلا جائے۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس کے مقصدی مفادات پاکستان سے ہم آہنگ ہیں اور جو پاکستان کو ہر شعبہ حیات میں روزافزوں امداد دیتا رہے گا، جبکہ امریکی امداد روز بروز کم ہوتی جائے گی۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

www.bhutto.org

استحکام کیا ہے؟

استحکام کا یقیناً صرف یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی حکومت دس سال تک اقتدار سے چمٹی رہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی حکومت کی پالیسیوں کی پھول پھل لانے کی مہلت ملے اور وہ بار بار نہ بدلے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک حکومت سے اقتدار کو باضابطہ طور پر دوسری حکوت کی جانب منتقل کرنے کیلئے ادارے موجود ہوں۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

بحران سے نکلنے کے لیے متبادل راستہ

بحران پر داخلی ادل بدل سے قابو نہیں پایا جا سکتا۔ حکومت کے مرکز اقتدار کو تعمیر نو کا کام شروع کرنے کیلئے موجودہ ڈھانچے سے باہر کوئی متبادل راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اس نظام کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کوئی ایسا جمہوری قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا، جس سے بحران پر قابو پایا جا سکے۔ مسئلے کا صحیح حل موجودہ نظام کے دائرے سے باہر کوئی جمہوری اقدام ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن حکمران اسے آزمانے سے کترائیں گے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ بحران سے نپٹنے کا یہی واحد منطقی راستہ ہے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

آمرانہ حکومت

اب ہمیں دوسری وجہ کو دیکھنا چاہیے، حکومت کا کردار آمرانہ ہے۔ بہت سے غرض مندانہ مفادات کو جان بوجھ کر جنم دیا گیا ہے تاکہ شخصی اقتدار قائم رہے۔ یہ انہی معنی میں آمرانہ حکومت ہے جو محض ایک ستون پر کھڑی ہے۔ تاریخ کا پورا دفتر گواہ ہے کہ اس طرح کے نظام میں مرکزی شخصیت ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کسی دوسرے شخص کو اس کے پہلو بہ پہلو بلکہ قریبی نچلی سطح پر بھی جگہ دی جائے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

سرکاری ملازمین

تمام سرکاری ملازم بدعنوان نہیں! بعض کو بدعنوانی کا موقع نہیں ملا اور بعض میں ابھی عزت نفس اور احساس

www.bhutto.org

فرض کی رمق باقی ہے۔قریب قریب تمام سرکاری ملازم ان حالات کا دباؤ محسوس کرتے ہیں جو انہیں اپنے ضمیر کے ساتھ سمجھوتا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ دیانت دار افسر جب تک موجودہ صورت حال کو قبول نہ کریں، ترقی ہی نہیں کر سکتے چنانچہ۔انہیں ایسے ناجائز فیصلوں پر عملدار آمد کرنے میں تعاون کرنا پڑتا ہے۔جن سے وہ کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کے خواہش مند نہیں ہوتے۔سرکاری ملازم کی پنشن اتنی قلیل ہوتی ہے کہ جب تک وہ ریٹائر ہونے کے بعد کام نہ کرے یا ملازمت کے دوران، جب کہ موقع ہوتا ہے، ہاتھ نہ رنگے تو وہ اور اس کا کنبہ اس کے بڑھاپے میں مفلسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس کی پنشن کا کوئی تحفظ نہیں۔اگر اس کی دیانت داری حکومت کو کھٹکتی ہو تو ممکن ہے اسے پنشن کی ایک پائی نہ ملے۔چنانچہ وہ کاروباری لوگوں کے اس حلقے سے تعلقات استوار کرتا ہے جس سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، تاکہ جب وہ ریٹائر ہو تو کسی فرم میں کوئی عہدہ حاصل کر سکے۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

انقلاب کیا ہے؟

تختہ الٹنے اور انقلاب میں بہت فرق ہوتا ہے کیونکہ انقلاب کے ساتھ تو آدرشوں کی حرکت وحرارت موجود ہوتی ہے اور اسے آبادی کے بہت بڑے حصے کی جاں نثارانہ تائید حاصل ہوتی ہے۔جب تختہ الٹ جاتا ہے تو اس لمحے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ سیاسی مسائل کی گرہ کشائی ہوگئی ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ اس کا مقصد عوام کے حقوق کو بحال کرانا ہو۔ورنہ انقلاب کے دعویداروں کو اسی طرح کے قتل عام کی ترغیب ملنے لگتی ہے، جیسا انڈونیشیا میں ہوا، اور ظاہر ہے کہ اس سے پاکستان کچھ ہی دیر میں پارہ پارہ ہو جائے گا۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

بیرونی خطرات

جبر واستبداد کی کسی نئی لہر کے آتے ہی بیرونی خطرات اس درجے کو پہنچ جائیں گے کہ پاکستان ایک محصور قوم بن کر رہ جائے۔پاکستان کے ہمسایوں کے علاقائی دعوے زندہ ہو جائیں گے اندرونی بے چینی بیرونی طاقتوں کیلئے پہلے تو اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور پھر خود قوم ہی کو تباہ کرنے کے مقصد سے سازش کرنے کا موقع فراہم کر دے گی۔

(پاکستان کی سیاسی صورتحال)

www.bhutto.org

ایک کایا پلٹ رونما ہونے والی ہے

ایک کایا پلٹ رونما ہونے والی ہے۔سوال یہ ہے کہ تبدیلی جمہوری انداز سے آئے گی یا طوفانی انداز سے۔ قوم ابتری یا خون خرابہ برداشت نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا نتیجہ انتشار ہوگا۔ قومی وحدت کو بہر حال برقرار رکھنا ہوگا۔ سماجی اور اقتصادی انصاف کو بہر طور نافذ کرنا ہوگا۔ قوم کی خود مختاری اور سالمیت پر حرف نہیں آنا چاہئے۔ تبدیلی کو جمہوری اور بھرپور ہونا چاہئے۔ تمام جمہوری طاقتوں کی یہ اولین ذمہ داری ہے۔ واقعات کی رفتار وقت سے بھی تیز ہے۔ اپوزیشن جماعتوں کو اپنی جمہوری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑے گا۔ ان پر لازم ہے کہ عوام کو تیار کریں کہ بحران کا منہ پھیرنے کے جمہوری طریقے تلاش کر سکیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اپوزیشن کا اتحاد ایک ناگزیر بنیادی قدم ہے، لیکن اتحاد ہوا میں تو نہیں ہوا کرتا۔ اس کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ کسی مثبت ''کم از کم'' پروگرام پر اتفاق رائے ہو۔ آنے والے انتخابات نے ہمارے لئے اتحاد اور متحدہ پروگرام کا بڑا اچھا موقع پیدا کر دیا ہے۔

(اپوزیشن جماعتوں میں اتحاد کی ضرورت)

میری پارٹی

اس اسلامی جمہوریہ کے ایک صوبائی گورنر صاحب بڑی نفرت سے فرماتے ہیں کہ حیدرآباد میں جن سامعین سے میں نے خطاب کیا وہ تانگے والوں، رکشا ڈرائیوروں اور مزدوروں پر مشتمل تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اجتماع میں مزدوروں اور کسانوں کی بھاری تعداد موجود تھی اور میں اس بات پر نازاں اور خوش ہوں۔ جن عوام کو گورنر نے اس نفرت سے یاد کیا ہے وہی تو میری متاع عزیز ہیں۔ یہی عوام تو میری اصل طاقت ہیں اور میرے تصور میں ایک مفلس اور غریب پاکستانی کی زندگی رسوائے زمانہ ۲۰ خاندانوں کی تمام دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس ملک کے عوام اس لئے میرے حامی ہیں کہ میری پارٹی کے اقتصادی مقاصد، مساوات کے اصولوں پر مبنی ہیں اور ہر طبقے کو محیط ہیں۔

(گورنر مغربی پاکستان کے الزامات اور بھٹو کا جواب)

اقتدار کے پجاری

اقتدار کے پجاری وہ لوگ نہیں جنہوں نے اصولوں کی خاطر، قومی مفادات کی خاطر، اقتدار کو خیرباد کہہ

www.bhutto.org

دی، بلکہ وہ لوگ ہیں جو ایک مرتبہ برسر اقتدار آ گئے اور اب، خواہ قوم تباہ و برباد ہو جائے، اقتدار سے دست کش ہونے کو تیار نہیں۔

(گورنر مغربی پاکستان کے اکیس الزامات اور بھٹو کا جواب)

قومی مفادات پر سودے بازی

ایک جگہ موسیٰ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے پردۂ گمنامی سے برآمد کیا گیا اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ مارشل لا سے پہلے میں اقوام متحدہ میں پاکستان کا نمائندہ تھا۔ دراصل میں ۱۹۵۷ء میں اقوام متحدہ جانے والے پاکستانی وفد کا ایک رکن تھا اور فروری ۱۹۵۸ء میں بحری قانون کے مسئلے پر جنیوا میں منعقد اقوام متحدہ کی کانفرنس میں شریک ہونے والے پاکستان وفد کا سربراہ تھا اور اس وقت میں صرف ۲۹ سال کا تھا۔ ۳۰ برس سے بھی کم عمر کے جس نوجوان کو ایک اہم بین الاقوامی کانفرنس میں ملکی مفادات کی ترجمانی سونپی جائے اس کے بارے میں یہ کہنا لغو ہے کہ اسے گوشہ گمنامی سے نکال کر آسمان پر چڑھا دیا گیا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ عمر کے اسی دور میں موسیٰ صاحب کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ ہر شخص کا مقدر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور قرآن پاک کا ارشاد ہے:

وتعز من تشاء و تذل من تشاء

حکومت نے مجھے بدنام کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، لیکن وہ بری طرح ناکام رہی ہے، کیونکہ پاکستان کے عوام کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی جا سکتی۔ تاریخ کے محاسبے سے کسی کو مفر نہیں۔ مستقبل واضح کر دے گا کہ کس نے قومی مفادات پر سودے بازی کی اور کس نے ان کے تحفظ کیلئے پامردی کا ثبوت دیا۔

(گورنر مغربی پاکستان کے اکیس الزامات اور بھٹو کا جواب)

نو آبادیاتی آقائوں کا طریقہ واردات

نو آبادیاتی آقاؤں کا بندھا ٹکا بہانہ ہے کہ جب بھی محکوم عوام ان کے خلاف اٹھتے ہیں تو ساری گڑبڑ چند سیاسی مظاہرین کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ وہ گولی، پھانسی اور قید کا نسخہ استعمال کرتے رہے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ اس کے ذریعے قومی بیداری کے سیلاب کے آگے بند باندھ لیں گے۔ انگریز کا طریقہ یہ رہا

ہے کہ اپنے دور میں وہ آزادی کے ہر مطالبے کو چند غیر ذمہ دار مظاہرین کی سازباز قرار دیتے رہے ہیں۔
یہ حکومت بھی دنیا کو کچھ اسی طرح کی بات کا یقین دلانا چاہتی ہے۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

قانون فطرت تبدیلی کا مظہر

تبدیلی کا مظہر جو قانون فطرت ہے معاشرے کے حالات پر منحصر ہے نہ کہ خیالی منصوبوں پر۔ موجودہ نظام ضرور بہت ہی کچا ہے اگر حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ میرے ایک ہفتے کے دورے سے اس کا سارا ڈھانچا زمین پر آرہا ہے۔ لوگوں نے مجھے اس لئے خوش آمدید نہیں کہا کہ میں تشدد کا کوئی منصوبہ زیر عمل لا رہا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ جب میں نے یہ اعلان کیا کہ رشوت ستانی انتہا کو پہنچ گئی ہے، طالب علموں کو بیڑیاں پہنادی گئی ہیں، عوام کراہ رہے ہیں اور حالات ناقابل برداشت ہو چکے ہیں، تو میں ان کے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔ مائی لارڈز! صدر صاحب کے برعکس جنہوں نے اپریل ۱۹۶۶ء میں ڈھاکہ میں تقریر کرتے ہوئے یہ دھمکی دی تھی کہ وہ ہتھیاروں کی زبان استعمال کریں گے، میں نے زبان کا ہتھیار استعمال کیا، جو لوگوں تک پہنچے اور انہیں اس بہتر مستقبل کی مشترکہ تلاش کیلئے متحد کرنے کا ایک جمہوری ذریعہ ہے جو قانون کی حکمرانی کے مساواتی تصورات پر مبنی ہے۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

ایک شہری کا حق

یہ شہری کا حق ہے کہ ملک پر حکمران حکومت کو کوتاہیوں یا جس نظام کے تحت وہ زندگی بسر کرتا ہے اس پر تنقید کرے۔ یہ بنیادی سیاسی حق ہے، اس کی کارفرمائی کا مطلب ہے کہ لوگ آزاد ہیں اور اس سے محرومی کا مطلب ہے کہ قوم غلام ہے۔ کسی بھی سیاسی پارٹی کا جائز منصب ہے کہ وہ تبدیلیوں کی وکالت کرے خواہ یہ تبدیلیاں بنیادی نوعیت کی ہوں، خواہ ان تبدیلیوں کا تعلق آئین سے ہو، خواہ یہ تبدیلیاں معاشرتی نظام سے متعلق ہوں، خواہ یہ معیشت کی تبدیلیاں ہوں۔ اگر تنقید کی اجازت نہ ہو تو کسی طرح کی سیاسی سرگرمی ممکن ہی نہیں۔ تنقید ہر فرد اور ہر سیاسی پارٹی کا جائز منصب ہے۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

باضابطہ حکومت

میں باضابطہ حکومت میں یقین رکھتا ہوں۔ طرزِ عمل کے مہذب معیاروں میں یقین رکھتا ہوں۔ معاشرتی اور اقتصادی انصاف میں یقین رکھتا ہوں۔ جمہوریت کی صحیح روح میں یقین رکھتا ہوں، عوام کی اس مسرت میں یقین رکھتا ہوں جو انسانی حقوق سے کامل طور پر بہرہ ور ہونے سے ابھرتی ہے۔ مجھے علم ہے کہ تشدد کے کیا کیا سرچشمے ہیں۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ یہ سرچشمے اس وقت نہیں پھوٹتے جب لوگ آسودہ حال ہوں۔ دنیا میں بہت کم قومیں ایسی ہوں گی جو اتنی باصبر ہوں، دکھ اور ناانصافی جھیلنے کی اس قدر برداشت رکھتی ہوں جتنی کہ پاکستانی قوم اس نے دس طویل برسوں تک اس حکومت کو برداشت کیا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ دس سالوں کے اوائل میں حالات اتنے بُرے نہ تھے اور امید کی ایک کرن موجود تھی لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، حالات خراب تر ہوتے چلے گئے اور امید کی کرن ڈوب گئی۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

طلباء پر میرا اثر و رسوخ

حکومت طلباء پر میرے اثر و رسوخ کے بارے میں بہت حساس ہے۔ نوجوان لوگ شاید میری جانب اس لئے متوجہ ہوئے تھے کہ میں ان کے مسائل سمجھتا ہوں اور ان کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہوں۔ میں اس بات کو کوئی خوفناک غلطی نہیں سمجھتا۔ آخر وہ ہماری آبادی کا جزو لاینفک ہیں، ہماری قوم کا کل سرسبد ہیں، ہمارے مستقبل کی امید ہیں۔ حکومت کے پاس ان کے مطالبات کا جواب یہ رہا ہے کہ اس نے تمام تعلیمی ادارے بند کر رکھے ہیں۔ کسی مسئلے سے عہدہ برآ ہونے کا یہ عجیب و غریب طریقہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر سکول اور کالج ہی نہ ہوں گے تو طالب علم بھی نہ ہوں گے اور پاکستان کی آئندہ نسل ماشاءاللہ ناخواندہ ہوگی۔ اگر عوام کا امن و امان اسی قیمت پر خریدا جاسکتا ہے تو یہ امن و امان کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

مسلح حملے کی تیاری

آٹھ ماہ قبل کچھ اجنبی میرے گاؤں میں آوارہ گردی کرتے دیکھتے گئے۔ انہیں مشتبہ پا کر بعض گاؤں والے ان کے پیچھے لگ گئے۔ یہاں تک کہ وہ چائے کی ایک دکان میں جا پہنچے۔ جب ان لوگوں نے میرے گھر

کا ایک نقشہ میز پر بچھایا، تو ان کا تعاقب کرنے والے افراد ان پر جھپٹ پڑے اور گھر کا نقشہ چھین لیا، ساتھ ہی وہ دستی بم اور پستول بھی چھین لئے، جن سے یہ لوگ مسلح تھے۔ وہ انہیں تھانے لے گئے جہاں انہیں اور اس تمام اسلحہ کو جو ان سے چھینا گیا تھا حوالہء پولیس کر دیا گیا۔ بظاہر اپنے افسروں کی ہدایات پر تھانیدار نے ان سب لوگوں کو رہا کر دیا۔ یہ واقعہ اخبار "کمنٹ" میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ ابھی تک اس کی تردید نہیں کی گئی۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

ساھیوال جیل

میری نظر بندی کیلئے ساہیوال جیل میں جو انتظامات کئے گئے وہ بے قاعدہ تھے اور وہاں بھی مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا۔ یہاں چوہوں کی جگہ کمرہ چمگادڑوں سے بھرا ہوا تھا اور ان سے بچنے کیلئے میں اپنے چہرے پر تولیہ لپیٹ کر سوتا تھا۔ مچھروں اور مکھیوں کی بھرمار تھی۔ غسل خانہ کوٹھڑی سے الگ تھا۔ اسے اور لوگ بھی استعمال کرتے تھے۔ جیل کا دستور ہے کہ اے اور بی کلاس کے نظر بندوں کو ذاتی خدمت کیلئے ایک قیدی دے دیا جاتا ہے۔ جو مشقتی مجھے دیا گیا اسے کہا گیا کہ اگر اس نے مجھ سے بات کی تو اس کی کھال کھینچ دی جائے گی۔ میانوالی جیل کے برعکس، جہاں میری کوٹھڑی میں شام کے ۸ بجے تالا ڈالا جاتا تھا، یہاں ۵ بجے شام ہی وارڈن مجھے بند کرنے آ جاتا تھا۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

برٹرینڈرسل کا ایک خط

یہ ہے کہ وہ طریقہ جس سے حکومت میرے درپے ہے۔ میں آٹھ سال تک مرکزی حکومت کا وزیر اور دوران جنگ میں وزیر خارجہ رہا ہوں۔ میری ملکی خدمات نے دوستوں سے داد و تحسین اور مخالفوں سے رشک و حسد پایا۔ ممتاز مفکر برٹرینڈ رسل نے جن کی ساری زندگی جبر و استبداد کے خلاف ایک شاندار جدوجہد کے طور پر گزری ہے۔ ۳ ستمبر ۱۹۶۶ء کے ہفت روزہ "اکانومسٹ" کے نام "ایوب کا حریف" کے زیر عنوان اپنے خط میں کہا تھا:

"جناب والا! آپ نے (۲۰-اگست ۱۹۶۶ء کو) مسٹر بھٹو پر جو حملہ کیا ہے، اسے اہل مغرب

کی نظر میں مسٹر بھٹو کے گناہ کے پس منظر میں دیکھا جائے تو وہ ایک اہم شخصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں، جس نے پاکستان کو ایفرو ایشیائی دنیا کے سیاق و سباق میں رکھتے ہوئے اور اسے ان ملکوں کی صف سے جدا کر کے جن پر امریکہ کا غلبہ ہے حریت نواز پالیسی کا نقشہ بنایا۔

"ان قومی قائدوں کا مقصد جو اپنے عوام کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہیں روز بروز واضح ہوتا جا رہا ہے سوائے اس کے کہ وہ نت نئے دباؤ کا سامنا کرنے کے وسائل رکھتے ہوں جو ان پر ڈالا جاتا ہے اور جس کا ایک مظہر یہ ہے کہ "اکانومسٹ" جیسے جرائد ان پر ناخوشگوار لیبل لگاتے ہیں۔ مسٹر بھٹو اپنے ملک کے قومی قائد ہیں جو جناح کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور تالیوں کا وہ لامتناہی سلسلہ ہے جس سے ان کی پذیرائی کی جاتی ہے صرف لنڈن تک محدود نہیں۔ ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں جو ان کی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں اور جو اس کردار کے مداح ہیں جو افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ کے عوام کی معاشرتی امنگوں کی ہمنوائی میں وہ اپنے ملک کی حریت نواز پالیسی تشکیل کرنے میں کردار ادا کر رہے ہیں۔"

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

ھلال پاکستان کا ایک انداز

چونتیس سال کی عمر میں اگست ۶۴ء میں مجھے ملک کا اعلیٰ اعزاز "ہلال پاکستان" عطا کیا گیا۔ یہ ایوارڈ دیتے ہوئے صدر ایوب خان نے صدر کے مہمان خانے میں جمع ہونے والے مسلم لیگی قائدین کی موجودگی میں ملک کے نوجوانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ میرے نقش قدم پر چلیں۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

سچ کی سزا

مائی لارڈز دور عیسوی سے ۳۹۹ سال قبل ایتھنز کے حکمرانوں نے بھی ایک فلسفی کو اس پاداش میں سزائے موت سنائی تھی کہ اس نے شہر کے نوجوانوں کو گمراہ کیا ہے۔ سقراط کو پینے کے لئے زہر کا پیالہ دیا گیا تھا۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

میری گرفتاری کے مریضانہ محرکات

مائی لارڈز! اگر آپ بے لگام جاہ طلبی، ہوس اقتدار اور جلب زر کے پردے کے پیچھے جھانکیں تو یہ بات

مکمل جائے گی کہ میری گرفتاری کے مریضانہ محرکات نے دراصل اس خوف سے جنم لیا ہے جو اس حکومت کو عوام سے آتا ہے۔ اب جہاں پاکستانی عوام میری گرفتاری پر نالاں ہیں اور اس ضمن میں وہ اپنے احساسات کا صاف صاف اظہار بھی کر چکے ہیں وہاں یہ حکومت اور پاکستان کے دشمن باہم خوش ہو رہے ہیں کہ مجھے سیاسی منظر سے ہٹا دیا گیا ہے۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

بہتر مستقبل طلوع ہوگا

میری آرزو ہے کہ عدل و انصاف کا وہی نور ایک مرتبہ پھر دل افروز ثقافتوں کے اجتماع کو منور کر دے۔ میری آرزو ہے کہ ہمارے عوام اخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر ایک دوسرے کے شانہ بشانہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں اور مساوات کی آب و تاب میں یکساں حصہ دار ہوں۔

وقت آئے گا کہ قسمت کا پہیہ گردش کرے گا اور گردش کے انقلاب سے ایک بہتر مستقبل طلوع ہوگا۔

(پٹیشن کی تائید میں بھٹو کا حلفیہ بیان)

مراعات کا شرمناک لفظ

گزشتہ تین ماہ سے پاکستان ایک ایسے بحران میں محصور ہے کہ اس کی مثال اس کی تاریخ میں نایاب ہے۔ دس سال سے زیادہ عرصے تک اپنے حقوق سے محروم رہنے کے بعد عوام صدر ایوب خان کی حکومت کے خلاف بے خوف و خطر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔۔ اس عظیم الشان ابھار کو تحریک کا نام دینا صحیح نہ ہوگا کیونکہ پاکستان میں جو کچھ زیر عمل ہے وہ تحریک نہیں انقلاب ہے۔ عوام کے دکھ نا قابل برداشت ہو چکے ہیں اور ان کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا ہے۔ اب حالات کی باگ کو پیچھے کی جانب نہیں موڑا جا سکتا۔ یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ عوام موجودہ نظام کو بدلنے کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں نہ کہ چند مراعات کے حصول کیلئے۔ ان کے ناقابل انتقال حقوق پر کوئی سمجھوتے بازی نہیں ہو سکتی۔ عوام نے اپنے مسروقہ حقوق کی بحالی کیلئے خون بہایا ہے کیونکہ انہیں یہ حقوق عزیز تھے وہ ان حقوق کے عوض حکومت کے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کر سکتے۔ یہ کوئی خیرات یا عنایت کا معاملہ نہیں۔ مراعات ایک ایسا شرمناک لفظ ہے جو محلاتی

سازشوں سے مخصوص ہے اور اس سے سمجھوتے بازی کی بُو آتی ہی اور سمجھوتے بازی کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ہتھیار رکھ دیے جائیں اور مشروط اطاعت قبول کر لی جائے۔

(پٹیشن واپس لینے کی وجوہات)

عوام اور غلامی کی زنجیریں

اگلا قدم عہد آفرین ہے۔ واضح مقصد کے بغیر یہ قدم صحیح رخ میں نہیں اٹھایا جا سکتا۔ جب قائدین کو جیل کی دیواروں کے ذریعے ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے، جب رسہ کشی کے ہاتھوں ملک کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے، جس خلجان کا دور دورہ ہو تو حقیقت حال کیلئے کھل کر سامنے آنے کی کوئی راہ نہیں رہ جاتی۔ وہ ان ہنگامی قوانین سے عیاں نہیں ہو سکتی جو قوم کے سر پر ایک ہولناک بادل کے سیاہ چادر کی طرح تنے ہوئے ہیں کہ یہ وہ قوانین ہیں جنھوں نے غلامی کی زنجیروں سے عوام کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے ہیں۔ یہ استبدادی ذرائع حکمرانوں کے ہاتھوں کی ظالمانہ طاقت کی مہیب یاد دہانی کراتے ہیں۔ ایسے مصیبت ناک حالات میں کسی قومی حل کی جانب قدم بڑھانا ممکن ہی نہیں۔ جو سمجھوتا ایسے حالت سے جنم لے گا وہ ایک فریب ہوگا عوام کی امنگوں سے بے دردانہ غداری ہوگا۔

(پٹیشن واپس لینے کی وجوہات)

عوامی تحریک توڑنے کی سازش

حکومت کے نزدیک فوری اہمیت اس مقصد کو حاصل ہے کہ عوامی تحریک کا زور توڑ دیا جائے۔ حکومت کسی ایسے ہتھکنڈے کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہی ہے جس سے لوگوں کے جذب و شوق کو کند کیا جا سکے، ان کے جوش و خروش کو سرد کیا جا سکے اور اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ تحریک کو تباہ کر دیا جائے۔

(پٹیشن واپس لینے کی وجوہات)

عوام کے ساتھ عہد

پاکستان کی قیادت کو آنے والے دور کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے نام پر میں پاکستان کے عوام کے ساتھ یہ مقدس عہد کرتا ہوں کہ میری پارٹی اپنے محبوب وطن کے عظیم اور شاندار مستقبل کی تعمیر کیلئے لگاتار جدوجہد کرتی رہے گی۔ تاریخ کے ساتھ میرا یہی پیمان ہے۔

(پٹیشن واپس لینے کی وجوہات)

www.bhutto.org

حکومت بدلنے کے طریقے

حکومت کو بدلنے کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں۔ایک انتخابات دوسرا انقلاب۔تیسرے طریقے کا وجود ہی نہیں۔ماسوائے اچانک موت یا پھر راہ فرار۔

(تحریک اور انتخابات)

آمریت کے خلاف مسلسل جنگ کی ضرورت

آمریت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کیلئے ایک مسلسل جنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔لگاتار حملے ہی اس کے قلعے میں شگاف ڈال سکتے ہیں۔۱۹۶۴ء میں انتخابات ہوئی تو اس کی نسبت ۱۹۵۸ء میں ایوب حکومت بہت مضبوط تھی اور ۱۹۶۴ء میں ۶۶-۱۹۵۶ء سے زیادہ طاقتور تھی، کیونکہ اب جنگ بندی اور اعلان تاشقند واقع ہو چکے تھے۔

(تحریک اور انتخابات)

پیپلز پارٹی اور انتخابات

جب حکومت میں حکومت کرنے کا دم نہ رہے اور اپوزیشن کے پاس کوئی متبادل راستہ نہ ہو تو فوجی مداخلت کوئی دور کی بات نہیں ہوتی۔پیپلز پارٹی انتخابات کا راستہ کھلا رکھ کر فوجی مداخلت کو بھی ناممکن بنانا چاہتی تھی لیکن بقیہ اپوزیشن نے بروقت اس بات کی اہمیت کا احساس نہ کیا۔انتخابات متبادل قیادت پیش کرتے ہیں۔تحریک از خود کسی فرد واحد کو حزب اختلاف کے سربراہ کے طور پر صدر کی جگہ پر نہیں بٹھا دیا کرتی۔اس لئے حکومت بدلنے کے ضمن میں ایک پرامن، آئینی تحریک کا تصور اپنے اندر تضاد رکھتا ہے۔اگر حکومت کی طرف سے انتخابات میں گڑبڑ کرائی جا سکتی ہے تو پرامن تحریک کو اپنے مطلب کی راہوں پر بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابات

ایک پُرامن تحریک کو قابو میں رکھنا اتنا ہی مشکل یا آسان ہے جتنا بی.ڈی. ممبروں کے ووٹ حاصل کرنا۔

www.bhutto.org

تشدد آمیز تحریک کو، جو انتخابات کے دائرے سے باہر جاری ہو، امن و امان قائم کرنے پر دبایا جا سکتا ہے اور اگر اس تحریک کے قائدین سے کوئی مصالحت نہ ہو پائے تو اس قسم کی تحریک ایک نئے آمر کو بھی جنم دے سکتی ہے۔ ہمارے خیالات میں انتخابات میں حصہ لینا بہترین راستہ تھا۔ اکیلی پُرامن تحریک حکومت کو نہیں بدل سکتی تھی۔ اگر تحریک تشدد آمیز ہو جاتی تو فوجی مداخلت کا ڈر تھا۔ اس لئے انتخابات کا راستہ اس کا بہترین نعم البدل تھا۔ انتخابات کا مطلب یہ نہ تھا کہ تحریک ختم کر دی جاتی۔ عمل کے یہ دونوں دھارے ملک کے مستقبل کو خطرے میں ڈالے بغیر، انتخابی مہم میں یکجا ہو سکتے تھے۔ انتخابی مہم بذات خود ایک تحریک ہوتی ہے اور یہ تحریک اپنی راہ میں آگے بڑھتے ہوئے کئی شکلیں اختیار کر سکتی ہے۔ انتخابات البتہ اس کے بہاؤ کو قابو میں رکھنے کیلئے کناروں کا کام دیتے ہیں تا کہ یہ ایسا سیلاب نہ بن جائے جسے تھامنے کی سکت نہ حکومت میں ہو اور نہ اپوزیشن میں، اور فوجی مداخلت ناگزیر بن جائے۔۔

(تحریک اور انتخابات)

فوجی انقلاب اور حکومت

قدرت کا دخل بھی ہمارے اختیارات سے باہر ہے۔ لیکن اس کے نتائج میں ہمارا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ تبدیلیٔ حکومت کا پانچواں طریقہ فوجی انقلاب ہے لیکن فوج کی طرف سے ازخود پیش قدمی متوقع نہ تھی۔ جب تک کہ اس کو موقع فراہم نہ کیا جائے۔ مارشل لاء اور بات ہے، فوجی انقلاب اور بات ہے۔ جب فوجی انقلاب کے ذریعے کوئی شخص حکومت کی باگ ڈور سنبھالتا ہے تو اس پر بہت جلد یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ طاقت حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا کہ اس کو قائم رکھنا۔ حکومت کو قائم رکھنے کیلئے عوام کو مطمئن اور خوشحال رکھنا ضروری ہوتا ہے اور یہ کام صدر ایوب خان کے طویل دور میں بھی نہ ہو سکا جب کہ ایوب خان کو تمام تر سہولتیں اور اختیارات حاصل تھے۔

(تحریک اور انتخابات)

عظیم الشان تبدیلی

عظیم الشان تبدیلی لانے کا موثر ترین ذریعہ عوامی انقلاب ہے۔ انقلاب کیلئے تاریخی روایات کے ساتھ ساتھ بے پناہ قربانیوں کی بھی ضرورت ہے۔ کوئی ایک تشدد آمیز تحریک بھی، جو یقیناً انقلاب ہی کی ایک قسم

www.bhutto.org

ہوتی ہے انقلاب کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ وہ تبدیلی جو فطری ہو اس پر، اس کے نتائج سے قطع نظر۔ کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ایوب خان کے دور میں کوئی بھی فرد واحد اتنا با اثر نہ تھا کہ موجودہ نظام میں تھوڑی بہت ترمیم کر کے اس کو جاری رکھ سکتا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایوب خان نے اپنا جانشین پیدا کرنے کا کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

(تحریک اور انتخابات)

حزب اختلاف کا فرض

اب مستقبل کا انحصار اس بات پر تھا کہ حالات کے بارے میں قومی رہنماؤں کا رویہ کیا ہوتا ہے اور وہ خلا کو پُر کرنے کیلئے کیا تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ یہ لازمی بات تھی کہ اگر حزب اختلاف کوئی ہوش مندانہ فیصلہ نہ کرتی تو ابتری پھیل جاتی۔ جوں جوں ایک دوسرے کے خلاف صف آرائی شدت اختیار کرتی جاتی یہ فطری امر تھا کہ حالات انڈونیشیا کے واقعات کو دہرانے کی طرف مڑ جاتے۔

حزب اختلاف کا فرض تھا کہ آنے والے حادثات کی محافظ ثابت ہوتی۔ لیکن اس نے آنے والے حادثات کا صحیح اندازہ نہ کیا اور سیاسی طور پر غیر فعال ہو کر رہ گئی یا پھر آمر کے ساتھ "مکالمات" میں کھو گئی۔

(تحریک اور انتخابات)

حزب اختلاف

حکومت اور نظام کو قائم رکھنے کی خاطر حکومت چند مراعات دے بھی دیتی تو اس میں حزب اختلاف کی نسبت حکومت کو زیادہ فائدہ ہوتا۔

(تحریک اور انتخابات)

عوام کا مزاج

ہمارے عوام کا مزاج کسی بھی مخلصانہ قومی جدوجہد کو ناکام نہیں ہونے دیتا۔

(تحریک اور انتخابات)

پرامن تحریک

اگر پُرامن تحریک حکومت کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو قوم کی خوشی کا باعث تھا۔ لیکن یہ تصور کر لینا نہایت مشکل ہے کہ ایک غیر منظم پرامن تحریک جس کے پاس انتخابات کی مضبوط ڈھال بھی نہ ہو، آمریت کا قلع قمع کر سکتی ہے۔

(تحریک اور انتخابات)

پرامن تحریک کی پشت پناہی

ایک "پُرامن" تحریک کو پشت پناہی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اسے ایک غیر معینہ مدت تک برسرِعمل رہنا ہوتا ہے۔ اس قسم کی تحریک کو بہترین قیادت نہ ختم ہونے والے فنڈ، آزاد پریس اور مضبوط تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابات

انتخابات کی نوعیت بالکل الگ ہے۔ یہ عالمی دلچسپی کو ابھارتے ہیں اور ہر شخص کسی نہ کسی شکل میں ان میں حصہ لینے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ انتخابات کی ایک خاص منزل ہوتی ہے جس کو وقت کے پیمانے میں ناپا جا سکتا ہے۔ انتخابات میں خواہ کتنی ہی دھاندلی ہو، ان کی وجہ سے ابھرا ہوا جوش اور سوالات مستقبل میں حکومت کے قیام کیلئے ٹھوس مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ کسی آمر کے عہدِ حکومت کو کم کرنے کا بہترین پُرامن ذریعہ انتخابات ہیں اور عوام کو ابھارنے کو مؤثر ترین پُرامن راستہ بھی یہی ہے۔ انتخابات میں اگر شکست بھی ہو جائے تب بھی ایک متبادل پروگرام سامنے آتا ہے۔ بعض اوقات متبادل قیادت بھی ابھر آتی ہے اور کچھ نہ ہو تو قومی مسائل کا تعین ہو جاتا ہے اور برسراقتدار حکومت اور قیادت کی کمزوریاں [illegible] انداز میں خود بخود کھلتی چلی جاتی ہیں۔ انتخابات میں دھاندلی صرف ووٹنگ کے وقت ہوتی ہے۔ اس سے پہلے انتخابی مہم کے دوران عوامی بیداری اور تنظیم کے خاصے مواقع آتے ہیں۔ پریس کو بھی مجبوراً کچھ آزادی مل جاتی ہے اور یوں اصل حالات سے پردہ اٹھنے لگتا ہے۔ جوں جوں یہ پردہ اٹھتا چلا جاتا ہے برسراقتدار حکومت کمزور ہوتی جاتی ہے۔

(تحریک اور انتخابات)

پرامن تحریک

پاکستان میں ایک ایسی پُرامن تحریک جس میں مسائل اور پروگرام کی وضاحت نہ کی گئی ہو زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکتی۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابی مہم

انتخابی مہم کے دوران حکومت پر نت نئے حملے کی گنجائش ہوتی ہے۔ حکومت کو برابر اپنا دفاع کرنا پڑتا ہے، اپنی حکمت عملی کی وضاحت کرنی پڑتی ہے اور اپنا رویہ معقول بنانا پڑتا ہے۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابی مہم

انتخابی مہم بذات خود ایک قومی خدمت ہے۔ اس کے ذریعے ملک کے بارے میں عوام کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، قومی مسائل واضح ہو جاتے ہیں اور مغالطے دور ہو جاتے ہیں۔ کسی اپوزیشن رہنما نے پوری طرح محسوس نہیں کیا کہ پاکستان کا موجودہ بحران اس لئے پیدا ہوا کہ مسلسل انتخابات نہیں ہو سکے۔ پچھلے انتخابات میں خواہ بندشیں موجود تھیں مگر کئی تجربات حاصل ہوئے۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابات

جو ہتھیار دستیاب ہوں ہم نے انہی کی مدد سے جنگ کرنی ہے۔ اگر یہ قابل قبول نہیں تو دوسرا حل انقلاب ہے نہ کہ انتخابات کا بائیکاٹ۔ انتخابات کی وجہ سے تمام معاشرہ حرکت میں رہتا ہے اور اس کے نتائج سے ہر شخص اثر پذیر ہوتا ہے۔ عوام انتخابی مہم کے ایک ایک موڑ کا جذبات کی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔ انتخابات میں عوام کے جذب و شوق کو برقرار رکھنے کی قدرتی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس میں یہ خوف نہیں ہوتا کہ انتخابی مہم کی رفتار کم ہو جائے گی یا جوش ختم ہو جائے گا۔ یہ ایک واضح منزل کی طرف کوچ ہوتا ہے۔ اس سے عوام اپنے ووٹ کی قیمت یعنی جمہوریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف

www.bhutto.org

کا ٹکراؤ ایک جدوجہد کا انداز اختیار کر لیتا ہے، جس کے باعث مسائل کی وضاحت ہوتی ہے۔ پارٹیاں مبہم عزائم کا اظہار کرنے کی بجائے ٹھوس پروگرام اپنانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

وہ آزادی جو انتخابات کی وجہ سے میسر آتی ہے کسی اور ذریعے سے نہیں مل سکتی ماسوائے انقلاب کے۔ انتخابات اور انقلاب ہی تعلیم اور عزم نو کے وہ زبردست ذرائع ہیں جن سے تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ اگر تشدد کے ذریعے تبدیلی کو رد کر دیا جائے تو صرف ایک ذریعہ باقی رہتا ہے، انتخابات، جس کو قبول کر لینا چاہیئے۔ عام حالات میں فوجی بغاوت کے علاوہ اور کوئی تیسرا راستہ نہیں جس سے کسی آمرانہ حکومت کو بدلا جا سکے۔ ہر پانچ سال کے بعد صرف انتخابات ہی آمری زرہ بکتر میں جھنکار پیدا کرتے اور اس کے قائم کیے ہوئے استحصالی نظام کے قلعے میں زلزلہ برپا کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہوگی کہ پانچ سال میں ایک مرتبہ بھی ہمارے ہاتھ آمر اور اس نظام کے گریبان تک نہ پہنچیں۔

(تحریک اور انتخابات)

انتخابات

محترمہ فاطمہ جناح کو گرفتار کرنا ناممکن تھا۔ محض اس لئے نہیں کہ وہ قائداعظم کی بہن تھیں لیکن اس لئے کہ وہ آئینی طور پر ایوب خان کی مدمقابل تھیں۔ مسٹر سہروردی اور مجیب الرحمن دونوں کو گرفتار کر لینا اس لئے آسان تھا کہ وہ انتخابات میں مدمقابل نہ تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح کا چیلنج ایوب خان کے لئے ایک بہت بڑی دھمکی تھی۔ انہوں نے سہروردی اور مجیب الرحمن سے کہیں بڑھ کر بے باکانہ حملہ کیا تھا لیکن ان کو گرفتار کرنا ایوب خان کے بس سے باہر تھا۔ بے شک انتخابات کے دوران حکومت کی طرف سے دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے انتخابات میں ہوا لیکن کسی تحریک پر دباؤ ڈالنے کی نسبت انتخابی مہم پر دباؤ ڈالنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کیلئے محتاط ہونا پڑتا ہے اور بار بار ایسا نہیں کیا جا سکتا اور جب کیا بھی جائے تو ڈھکے چھپے انداز سے کیا جاتا ہے۔ پھر تحریک میں غیر ملکی مداخلت کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن انتخابات کی مہم میں نفرت انگیز خفیہ معاہدوں کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ تحریک سے ابھرنے والے نظم ونسق کے مسئلے پر مکمل توجہ دینے کے پیش نظر حکومت غیر ملکی خطرات سے محفوظ رہنے کیلئے، ان ممالک سے قومی مفاد کو بیچ کر بھی معاہدے کر سکتی ہے۔ لیکن جب حکومت انتخابات کی گرفت میں ہو تو وہ ایسی جرأت نہیں کر سکتی۔

(تحریک اور انتخابات)

آمریت کے خلاف جدوجہد

آمریت کے خلاف جدوجہد بہادرانہ مظاہروں کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ عوام کا باہر نکل آنا اور احتجاج کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک ٹھوس منزل کے بغیر اس احتجاج کی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ عوامی احتجاج کو ایک فیصلہ کن اور منظم ڈھانچے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے حالات میں انتخابات ہی ایسا ڈھانچہ مہیا کر سکتے ہیں۔

(تحریک اور انتخابات)

پیپلز پارٹی

پاکستان پیپلز پارٹی جو ایک ایسی انقلابی پارٹی ہے جس کے مطمح نظر ایک رواں دواں مساوات ہے اور مستقبل کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کیلئے قائم کی گئی تھی۔ یہ رابطہ اسی طرح استوار ہو سکتا ہے کہ ایک مثبت تبدیلی وجود میں آئے۔ انتخابات ایسی تبدیلی ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے خلائی باتیں کرنے کی بجائے انتخابات میں حصہ لینے کا ٹھوس فیصلہ کیا۔ مئی ۱۹۶۸ء میں ہی پارٹی نے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہمیں انتخابات کا طریقہ کار پسند نہ تھا اور یہ طریقہ دشمن کا ایک ہتھیار تھا۔ لیکن ہم دشمن کے ہتھیاروں سے خوف زدہ نہ تھے۔ ہم انتخابات کو جیتنے یا ہارنے کی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور نہ دیکھتے ہیں۔ بلکہ ہم انتخابات کے ذریعے عوام کو تربیت دینا چاہتے تھے۔ ان کے جائز حقوق کا احساس دلانا چاہتے تھے اور ایک ایسی مہم جاری کرنا چاہتے تھے جس کے ذریعے آمریت کے قلعے کو مسمار کیا جا سکے۔

(تحریک اور انتخابات)

پیپلز پارٹی

پاکستان پیپلز پارٹی نے عوام کی خاطر ایک طویل جدوجہد کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ عوامی فتح حاصل کرنے کی راہ نہایت پیچ دار ہے جو کہ ایک انتخاب یا ایک تحریک پر بس نہیں ہو جاتی۔ مگر ہم اس بات کے قائل نہیں کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر پڑے رہیں کہ حالات سازگار ہوں گے تو عوام کی خدمت کریں گے۔ ہم حالات کو خود پیدا کرتے ہیں۔ ہم اکھاڑے میں اس وقت داخل نہیں ہوتے جب ہمیں

معلوم ہو کہ ہم پر کوئی نہیں جھپٹے گا۔ اگر ہم بھی کوتاہ اندیش اور موقع پرست ہوتے تو ہم نے ایک عوامی پارٹی بنائی ہی نہ ہوتی اور نہ ہم نے اپنے لئے مصائب کو دعوت دی ہوتی۔ ہم مخلصانہ یقین رکھتے تھے کہ اگر حزب اختلاف متحد ہو کر انتخابات میں سنجیدگی سے حصہ لیتی تو اس کیلئے ایوب حکومت کو تبدیل کر دینا کوئی مشکل نہ ہوتا اور یوں مارشل لاء کا خطرہ بھی ٹل جاتا۔

(تحریک اور انتخابات)

مراعات

"مراعات" عوام کے حقوق سلب کرنے کیلئے ایک شاطرانہ لفظ ہے۔ عوام اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں وہ کوئی خیرات نہیں طلب کرتے۔ حزب اختلاف میں جو عوامل حکومت کے ساتھ مذاکرات پر زور دے رہے رہتے انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے تھی قومی زندگی کو پیش آنے والے نقصانات اور فوائد کا ذمہ دار کون تھا اس کا فیصلہ مستقبل ہی کرے گا۔ لیکن ان عوامل کو اس معصوم خون کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے تھا جو ایک مقدس مقصد کی خاطر بہا تھا۔

(تحریک اور انتخابات)

پاکستان پیپلز پارٹی

پاکستان پیپلز پارٹی کا جزو ایمان ہے کہ کسی بھی صورت میں عوام کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔ آج ہمارے عوام پہلے سے کہیں زیادہ ہوش مند ہیں لیکن وہ شریف النفس ہیں۔ ان کو ایسے پُر فریب پروپیگنڈے کے ذریعے طرح طرح کے گھسے پٹے نعروں سے دھوکا دیا جا سکتا ہے کہ اس کے بارے میں ان کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے انتخابات میں حصہ لینے کے متعلق پاکستان پیپلز پارٹی کے فیصلے کو پوری وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے تاکہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں اور وہ طرح طرح کے مغالطے رفع ہو جائیں جو عوام دشمن عناصر کی جانب سے پیپلز پارٹی کے بارے میں پھیلائے جا رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عوام پر تحریک اور انتخابات کا رشتہ واضح ہو جائے۔

(تحریک اور انتخابات)

نظام حکومت

عوام مراعات نہیں چاہتے وہ حکومت کے ساتھ ساتھ نظام حکومت کو بھی بدلنا چاہتے ہیں۔

(تحریک اور انتخابات)

سیاسی جماعتیں

دنیا کے دوسرے ملکوں میں تمام سیاسی جماعتیں گفت وشنید کے ذریعے مرکز اور صوبوں کے اختیارات کا تعین کرتی ہیں۔ اصل مقصد یہ ہے کہ مرکز اور صوبوں میں تلخی اور کشیدگی ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے اور یہ تاثر جیسا کہ عام طور پر ہماری سیاسیات میں پایا جاتا ہے ختم ہو جانا چاہیے کہ مرکز صوبائی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مرکز اور صوبوں میں اعتماد اور خیر سگالی کی فضا پائی جائے۔ مرکز اور صوبوں کے تعلقات کے سلسلہ میں "مضبوط مرکز" کی بجائے "موثر اور باصلاحیت مرکز" کی ضرورت ہی۔ "موثر اور باصلاحیت مرکز" سے میری مراد یہ ہے کہ ایسا مرکز جو ملک کو بحران سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مضبوط مرکز کی اصلاح سے مراد ڈکٹیٹر شپ لی جاتی ہے کیونکہ ایوب خان نے اپنے گیارہ سالہ دور آمریت کے دوران صوبوں کی "انفرادیت" اور "شخصیت" کو ختم کر کے رکھ دیا تھا اس لئے مضبوط مرکز کا تصور بدلتے ہوئے حالات میں تبدیلی کا متقاضی ہے۔

(ہمارے عہد کے سیاسی مسائل)

میری پارٹی

اتحاد کی باتیں پیش از وقت ہیں۔ اس کے علاوہ اس وقت اس کی ضرورت بھی نہیں تاہم انتخابات کے وقت اس کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مجھے ابھی اپنی پارٹی کو منظم کرنا ہے عوام سے اپنے منشور کی مقبولیت اور حمایت حاصل کرنی ہے، اس لئے اتحاد کی باتیں پیش از وقت ہیں۔ ایئر مارشل اصغر خان نے بلاوجہ مجھ پر ذاتی حملے کئے ہیں۔ میں بھی ان پر ذاتی حملے کر سکتا ہوں۔ سیاسی لیڈروں کو، جن میں بزرگ سیاست دان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ملکی سیاسیات کے نئے رجحانات کو سمجھنا چاہیے اور دوسروں کو یہ حق دینا چاہیے کہ وہ بھی اپنی بات عوام تک پہنچا سکیں۔ اس کے علاوہ جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنا کام کریں اور ہم اپنا کام کریں۔ پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنا منشور ہمارے اصولوں کے مطابق تیار کیا

ہے لیکن فرق یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اپنے منشور کو عوام سے کیا گیا وعدہ تصور کرتی ہی اور ہم اپنے منشور پر عملدر آمد کی اہلیت بھی رکھتے ہیں جبکہ ڈیموکریٹک نے محض انتخابی سٹنٹ کے طور پر اسے تیار کیا ہے اور وہ اس پر عملدرآمد کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(ہمارے عہد کے سیاسی مسائل)

جمہوریت

اگر جمہوریت کیلئے "ڈیموکریسی" کے انگریزی لفظ پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں تو مساوات کیلئے "سوشلزم" کے لفظ پر کیوں اعتراض ہونا چاہیے۔آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر سوشلزم اسلام کے خلاف ہوتا تو ہم نہ صرف اس کی تائید نہ کرتے بلکہ اس کی مخالفت کرتے، کیا قائداعظم نے اسلامی سوشلزم پر زور نہیں دیا تھا۔ اس کے علاوہ بھاشانی اور مجیب بھی سوشلزم چاہتے ہیں۔سکارنو اور ناصر نے بھی سوشلزم کو اپنایا تھا۔سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے؟ سہگل اور اس کے کارخانہ میں کام کرنے والے مزدور کو محض بھائی بھائی کہہ دینے سے مساوات نہیں ہو جاتی۔ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں کو اپنے اپنے جائز حق ملیں۔مزدور کو طبی سہولتیں حاصل ہوں۔اس کے بچوں کو مواقع ملیں، اسے رہنے کیلئے مکان میسر ہو اور اسے اپنی محنت کا پورا پورا معاوضہ ملے۔

(ہمارے عہد کے سیاسی مسائل)

غریب اور امیر کی تقسیم

آج بین الاقوامی سطح پر انسانی امور میں اصل مسئلہ غریبوں اور امیروں کے درمیان تقسیم کا ہے۔ایک طرف تو لکڑیاں کاٹنے والے اور مشکوں کے ذریعے پانی پہنچانے والے ہیں۔اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہیں سیارے کے وسائل پر قدرت حاصل ہے۔اس تقسیم کی حقیقت کو جسے بعض اوقات شمال اور جنوب کی تقطیب کہا جاتا ہے پچھلے سال کی تبدیلیوں نے اجاگر کر دیا ہے۔

اس تقسیم کا ایک ناقابل عبور خلیج ہونا ضروری نہیں۔یہ ایک انوکھی صورتحال ہے جس کے ہم شاہد ہیں اور یہ اس کے سوا اور کسی بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ قوموں کے ان طبقوں کے درمیان ایک تخلیقی مکالمہ ہو۔اس کا تقاضہ ہے کہ منصفانہ اقتصادی نظاموں کی تعمیر کے اسی عمل کو بین الاقوامی اصطلاحات کا

www.bhutto.org

جامہ پہنایا جائے اور ان طبقاتی جھگڑوں کو طے کیا جائے جن میں شمال یا جنوب، مشرق یا مغرب کی بہت سی قوموں کی قیادتیں اس وقت اپنے ملکوں میں الجھی ہوئی ہیں۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

تیسری دنیا

انصاف کی یہ سمت اب تک حقیقت کا روپ کیوں نہیں دھار سکی اس کا سبب یہ ہے کہ تیسری دنیا سے اس کیلئے اب تک کوئی منظم تحریک نہیں چلائی گئی۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام بین الاقوامی پلیٹ فارموں پر ترقی پذیر ملک استحکام کے جو مظاہرے کرتے ہیں وہ بلاشبہ اخلاص پر مبنی ہیں اور ان کو بخوبی محسوس کیا گیا ہے تاہم اپنے آپ کو اس عقیدے پر مائل نہیں کر سکتے کہ تیسری دنیا کی توانائیاں اس اصل مسئلہ پر مرکوز ہیں جس سے یہ آج دوچار ہے۔ تیسری دنیا کی نفاق انگیز حالت اس حقیقت سے عیاں ہے کہ ترقی پذیر ملکوں کے سارے موجودہ گروپوں کی بنیاد اپنے ارکان کے علاقائی اور سیاسی تعلق پر ہے اور چونکہ وہ اپنی ذات کے اندر اس حد تک محدود ہیں اس لئے وہ اس مسئلہ پر توجہ نہیں دے سکتے جو سارے علاقوں پر محیط ہے اور سیاسی یا نظریاتی اختلاف سے بالاتر ہے۔ اسلامی کانفرنس عرب لیگ افریقی اتحاد کی تنظیم لاطینی امریکہ ممالک کی اقتصادی تنظیمیں اپنے محدود منشوروں کی وجہ سے ایک خاص براعظم علاقے یا عقیدے کے ملکوں تک محدود ہیں لہٰذا دعویٰ نہیں کرتی ہیں کہ وہ ترقی پذیر ملکوں کے اقتصادی مفادات کا بحیثیت مجموعی ادراک کرتی ہیں۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

قوموں کا اتحاد

جب قومیں تاریخ کے موڑوں پر اپنے مشترکہ فائدے کیلئے متحد ہو جائیں تو پرانے ادارے ٹوٹ کر گر جاتے ہیں اور روایتی اقتصادی طریقے دم توڑ دیتے ہیں۔

اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جب قومیں پارہ پارہ ہوتی ہیں، جب وہ مقصد کا اتحاد پیدا نہیں کر سکتیں تو وہ نہ صرف موجودہ بے انصافیوں کا برابر شکار رہتی ہیں بلکہ عالمی اقتصادی قوتوں کے عمل سے ان میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

www.bhutto.org

تیسری دنیا

ہم نے تیسری دنیا کے ممالک کی صدیوں کو عشروں میں لپیٹنا ہے ہمارے سامنے ان ملکوں جیسے پُرسکون حالات موجود نہیں جنھوں نے بہت عرصہ پہلے انتہائی سازگار اور پرامن فضا میں اپنی معیشتوں کو تعمیر کیا ان ملکوں کے ہاں کوئی ایسے ادارے بھی نہیں تھے جنھیں گرانا ضروری ہوتا بلکہ یہ ایسے ادارے تھے جو بتدریج اصلاح اور سماجی تبدیلی کی مسلسل کارکردگی سے مطمئن ہو گئے۔ ہم ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں مواقع پیدا ہوں، جس میں اپنے عوام کی غیر مراعات یافتہ اکثریت باعزت باوقار اور پرامید زندگی بسر کر سکے۔ ہم اپنے عوام کو بہتر معیار زندگی فراہم کرنے کیلئے خندہ پیشانی سے خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ ہم فوری آرام و آسائش سے محرومی کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن اپنی قربانی کی قدر و قیمت کو ان اداروں اور رسومات کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتے جو اپنے وجود کے اعتبار سے ہی ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

ترقی پذیر ممالک

بار بار یہ دلیل سننی پڑتی ہے کہ کم ترقی یافتہ ممالک اپنی زبوں حالی کے خود ذمہ دار ہیں۔ امیر ممالک اپنے گروپوں اور انجمنوں کو مضبوط سے مضبوط بنا رہے ہیں اور اب وہ تمام تر توجہ اپنے مفادات کو مستحکم کرنے پر مرکوز کر رہے ہیں چنانچہ یہ ممالک بین الاقوامی مالی اصلاح اور تجارت اور وسائل کی منتقلی میں زیادہ تر آپس میں معاملات طے کر لیتے ہیں اور اس ضمن میں ترقی پذیر ملکوں کا اثر برائے نام ہے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

بین الاقوامی ادارے

موجودہ بین الاقوامی اداروں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اس عظیم توازن کو درست کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں بالکل غیر حقیقت پسندانہ بات ہے۔ وہ لوگ جو ان اداروں میں امداد اور مالی امور سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس رجعت پسندانہ رویہ کا شکار ہو گئے ہیں جو امیر اور طاقتور ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ ان میں چوٹی کے جو ممالک ہیں ان کی مجموعی قومی پیداوار میں بیرونی امداد کا تناسب مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے۔ بین الاقوامی

www.bhutto.org

ادارہ ترقی اور اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام جیسی تنظیمیں رقوم کی قلت کا شکار ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں کی برآمدات کے کوٹہ پر پابندیاں ختم کرنے کیلئے وہ مذاکرات بھی ناکام ہوگئے ہیں جو سالہا سال سے منعقد ہورہے تھے۔ ترقی پذیر ملکوں کو خام مال کی برآمدات کی قیمتوں کو مستحکم اور بہتر بنانے کے سوال پر محض الفاظ کی جنگ ہورہی ہے چنانچہ قراردادوں کی شکل میں درد دور کرنے کی دوا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ پیش گوئی کی گئی تھی پیرس کانفرنس بھی افسوس ناک تعطل کا شکار ہے۔ جس سطح پر یہ ادارے کام کررہے ہیں ان کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ موجودہ چیلنج کا جواب دے سکیں۔ دھیمی دھیمی گفتگو تخلیقی مذاکرات کا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

تیسری دنیا

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے تمام ترقی پذیر ملکوں کا مشترکہ مفاد ایک ہے یعنی یہ کہ انہیں عالمی اقتصادی نظام میں برابری کا مقام ملنا چاہیے۔ اس نکتہ پر ان کے درمیان جو اتفاق رائے پایا جاتا ہے وہ تمام فروعی اختلاف سے بالاتر ہے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

تیسری دنیا

تیسری دنیا میں اپنی خوابیدہ اور دبی ہوئی قوت کے بارے میں احساس روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ شعور اور آگاہی اتنی واضح ہے کہ ہمارے دور کا انتہائی اہم مسئلہ پر نام نہاد جانب دار اور نام نہاد غیر جانبدار ملکوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف ترقی یافتہ اور کم ترقی یافتہ ممالک کے درمیان ہے۔ اس فرق کی نشاندہی کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ عالمی سطح پہ طبقاتی جنگ کو کوئی دعوت دی جائے۔ اس پکار کا مقصد اقتصادی قوت کو از سر نو تقسیم کرنا ہے کیونکہ صرف اسی طریقے پر ہی کشیدگی کا لامتناہی سلسلہ اور آئے دن کے انقلابات کو روکا جاسکتا ہے۔ اس دعوت کا مقصد عالمی برادری کی بقا کی وکالت کرنا ہے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

www.bhutto.org

تیسری دنیا

ہم اس خوش فہمی میں بھی مبتلا نہیں کہ نیا اور منصفانہ اقتصادی نظام کسی ایک اجلاس یا کانفرنس کے نتیجہ میں وجود آ سکتا ہے۔ تیسری دنیا کو اقتصادی آزادی کیلئے وادی پرخار سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن اس راہ کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ تیسری دنیا کی قیادت جس کی پشت پر انسانی رائے عامہ کی بے پناہ قوت موجود ہو، متحد، منظم اور باعزم ہو، اس مقصد کیلئے میں نے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ملکوں کی سربراہ کانفرنس بلانے کی اپیل جاری کی ہے تاکہ تیسری دنیا کی قوموں کی پوری قوت کو یکجا کر کے انہیں بین الاقوامی اقتصادی استحصال، نجات اور ظلم سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مشترکہ جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

تیسری دنیا

اسی طرح تیسری دنیا کی سربراہی کانفرنس ارتقائی عمل میں ایک اہم قدم ہوگی۔ یہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی قوتوں کی سیاسی آزادی کے بعد اگلے مرحلے میں داخل ہونے کی راہ دکھائے گی۔ یہ مرحلہ وہ ہوگا جب دنیا کی قوموں کیلئے مساوی مواقع فراہم کرنے کا دارومدار بڑی بڑی غیر ملکی امدادی رقوم کی صورت میں خیرات یا جنبی تجارتی رعایتوں وغیرہ کے ذریعہ جزوی اصلاحات پر نہیں ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بھڑکتے ہوئے جذبات اور تباہ کن محاذ آرائی کا خطرہ نہ صرف ٹل جائے گا، بلکہ عالمی سطح پر شراکت کا امکان پیدا ہوگا۔ آخری تجزیہ میں ترقی پذیر ملکوں میں ہونے والی اقتصادی سرگرمیوں میں ترقی یافتہ ملکوں کی فلاح و بہبود کیلئے بھی لازمی ہے غریب ملکوں کی سربراہ کانفرنس ان کے اس عزم کا مظاہرہ کرے گی کہ وہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ معیشتوں میں اس مقصد کے حصول تک ہاتھ رکھ کر بیٹھے نہیں رہیں گے۔

(تیسری دنیا کا افلاس زدہ عوام)

ایک زنجیر سے دوسری زنجیر تک

ایک سزا یافتہ قیدی کس طرح اپنی خوبصورت اور ذہین بیٹی کو اس کے یوم پیدائش پر تہنیت کا خط لکھ سکتا ہے جبکہ اس کی بیٹی (جو خود بھی مقید ہے اور جانتی ہے کہ اس کی والدہ بھی اسی کی طرح تکلیف میں مبتلا ہے) وہ

www.bhutto.org

اپنے باپ کی جان بچانے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے؟ یہ رابطہ یہ زیادہ بڑا معاملہ ہے۔ محبت و ہمدردی کا پیغام کس طرح ایک جیل سے دوسری جیل اور ایک زنجیر سے دوسری زنجیر تک پہنچ سکتا ہے؟

(میری سب سے پیاری بیٹی)

تمھارے گرد آگ جلادی گئی ہے

میرے اور نہرو کے درمیاں مماثلت بہت زیادہ نہیں ہے۔ نہرو کو جیل میں غیر ملکی حکمرانوں نے ایک جگہ عزت ووقار کے ساتھ رکھا تھا۔ انہوں نے آزادی کے حصول کیلئے جنگ کی تھی۔ وہ بھارتی عوام کے ایک عظیم لیڈر تھے۔ انہوں نے کیمبرج میں تعلیم پائی تھی اور بڑی عزووقار کے مالک تھے۔ وہ کوئی گھٹیا قسم کے قاتل نہیں تھے اور نہ ہی سرکاری رقوم کے غبن کرنے والے تھے۔ وہ لاڑکانہ کے گاؤں کی کوئی غیر اہم شخصیت نہیں تھے۔ جو حکمراں ٹولہ کے ہاتھوں موت کی کوٹھڑی میں گھل رہی ہو۔ میرے اور نہرو کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔ ان کی بیٹی ایک تیرہ سالہ چھوٹی سی لڑکی تھی جس نے اس زمانہ کی سیاست میں اپنا کردار ادا کیا تھا اور اس ادارہ کو منظم کیا تھا جس کو اس نے "منکی بریگیڈز" (بندروں کا بریگیڈ) کا نام دیا تھا۔ اس وقت تک ان کی بیٹی سیاست کی آگ میں سے ہو کر نہیں گزری تھی تمہارے گرد آگ جلادی گئی ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

قدر مشترک

تم میں اور اندرا گاندھی میں ایک شے قدر مشترک ہے کہ تم دونوں یکساں طور پر بہادر ہو۔ تم دونوں پختہ فولاد کی بنی ہوئی ہو، یعنی تم دونوں کی قوتِ ارادی فولادی نوعیت کی ہے۔ لیکن تمہاری صلاحیت وذہانت تمہیں کہاں لے جائے گی؟ عام طور پر تو یہ صلاحیت وذہانت تمہیں اعلیٰ ترین مقام تک پہنچائے گی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

جہاں ذہانت ایک نقص ہے

لیکن ہم ایسے معاشرہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں ذہانت وصلاحیت ایک نقص شمار ہوتی ہے اور دم

www.bhutto.org

گھونٹنے والی معمولی قسم کی ذہانت ایک اثاثہ شمار کی جاتی ہے۔ سوائے تمہارے والد کے، قائداعظم اور شاید سہروردی کے اس ملک پر حکومت شعبدہ بازوں اور کپتانوں نے کی ہے۔ شاید اس صورتِ حال میں تبدیلی پیدا ہو جائے، اگر کوئی جنگجو قسم کا نوجوان جدوجہد کا آغاز کرے۔ اگر حالات تبدیل نہیں ہوتے ہیں تو پھر تبدیل کرنے کیلئے کچھ نہیں بچے گا۔ یا تو اقتدار عوام کو حاصل ہو گا یا پھر ہر شے تباہ و برباد ہو جائے گی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سیاست کی جنت عوام کے قدموں تلے ہے

پیاری بیٹی میں تمہیں صرف ایک پیغام دیتا ہوں۔ یہ پیغام آنے والے دن کا پیغام ہے اور تاریخ کا پیغام ہے۔ صرف عوام پر یقین کرو۔ ان کی نجات و مساوات کیلئے کام کرو۔ اللہ کی جنت تمہاری والدہ کے قدموں تلے ہے۔ سیاست کی جنت عوام کے قدموں تلے ہے۔ برصغیر کی پبلک زندگی میں کچھ کامیابیاں میرے کریڈیٹ پر ہیں لیکن میری یادداشت میں صرف وہ کامیابیاں انعام و اکرام کی مستحق ہیں جن کے ذریعہ مصیبت زدہ عوام کے تھکے ہوئے چہروں پر مسکراہٹیں بکھر گئیں ہیں۔ اور جن کے باعث کسی دیہاتی کی غمناک آنکھ میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی ہے۔ دنیا کے عظیم لیڈروں نے جو خراجِ تحسین مجھے پیش کیا ہے ان کے مقابلہ میں اس موت کی کال کوٹھری میں میں زیادہ فخر و اطمینان کے ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں کی ایک بیوہ کے الفاظ یاد کرتا ہوں جس نے مجھ سے کہا تھا کہ "صدقو واریں سمنل سائیں" اس نے یہ الفاظ اس وقت کہے تھے جب میں نے اس کے کسان بیٹے کو ایک غیر ملکی وظیفہ پر باہر بھیج دیا تھا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

میں اپنی زمین کی خوشبو سے واقف ہوں

تم بڑی نہیں ہو سکتی ہو، جب تک کہ تم زمین کو چومنے کیلئے تیار نہ ہو یعنی عاجزی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ تم زمین کا دفاع نہیں کر سکتی جب تک کہ تم زمین کی خوشبو سے واقف نہ ہو۔ میں اپنی زمین کی خوشبو سے واقف ہوں۔ نظریات، اصول، تحریریں تاریخ کے دروازہ سے باہر ہی رہتی ہیں۔ غالب عنصر عوام کی تمنائیں ہیں اور ان کے ساتھ مکمل ہم آہنگی ہے۔ جب اس راگ یا موسیقی کے معنی سمجھ لئے جاتے ہیں تو منزل کے نشان واضح ہو جاتے ہیں۔ اور اصول و نظریات کو پیر لگ جاتے ہیں کہ وہ وقت پر اس راگ کی شان کو بڑھانے کے لئے آموجود ہوں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

تم سب سے قدیم تہذیب کی وارث ہو

میں اس جیل کی کوٹھری سے تمہیں کیا تحفہ دے سکتا ہوں جس میں سے میں اپنا ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا؟ میں تمہیں عوام کا ہاتھ تحفہ میں دیتا ہوں۔ میں تمہارے لئے کیا تقریب منعقد کر سکتا ہوں؟ میں تمہیں ایک مشہور نام اور ایک مشہور یادداشت کی تقریب کا تحفہ دیتا ہوں۔ تم سب سے قدیم تہذیب کی وارث ہو۔ اس قدیم تہذیب کو انتہائی ترقی یافتہ اور انتہائی طاقتور بنانے کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کرو ترقی یافتہ اور طاقتور سے میری مراد یہ نہیں کہ معاشرہ انتہائی ڈراؤنا ہو جائے۔ ایک خوفزدہ کرنے والا معاشرہ، ایک مہذب معاشرہ نہیں ہوتا۔ مہذب کے معنی میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور، معاشرہ وہ ہوتا ہے جس نے قوم کے خصوصی جذبہ کی شناخت کر لی ہو، جس نے ماضی وحال سے، مذہب اور سائنس سے، جدیدیت اور تصوف سے، مادیت اور روحانیت سے سمجھوتہ کر لیا ہو۔ ایسا معاشرہ ہیجان وخلفشار سے پاک ہوتا ہے اور کلچر سے مالا مال ہوتا ہے۔ اس قسم کا معاشرہ شعبدہ بازی کے فارمولوں اور دھوکہ بازی کے ذریعہ معرضِ وجود میں نہیں لایا جا سکتا۔ وہ روحانی یا آفاقی اقدار، تلاش کی گہرائی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک غیر طبقاتی معاشرہ کی تخلیق ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ مارکسٹ معاشرہ ہو۔ [illegible] معاشرہ نے خود اپنا طبقاتی ڈھانچہ تخلیق کر لیا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ایشیائی قوم پرستی

ایشیائی قوم پرستی میں مختلف عناصر شامل ہیں۔ یہ تصور متحرک بھی ہے اور ارتقائی بھی ہے۔ یہ تصور یقینی طور پر جمود والا نہیں ہے۔ اس کا مطلب اب ''ہندوستان چھوڑ دو'' نہیں ہے۔ ایشیائی قوم پرستی کے درخت کی بہت سے شاخیں ہیں۔ وہ اپنا سایہ ایک وسیع عریض زمین پر ڈالتا ہے۔ وہ کسی قدیم یا جامد نوعیت کی تعریف کو چیلنج کرتا ہے۔ سب سے تباہ کن غلطی جو امریکہ نے ویت نام میں کی تھی وہ یہی تھی کہ اس نے ایشیائی قومیت کے تصور کو بہت زیادہ آسان لیا تھا، ایشیائی قومیت کے موزیک میں جو قدیم ثقافتوں اور قدیم مذاہب سے ملک بنا ہے کیا کیمونزم ایشیائی قومیت کا ایک حصہ ہے یا ایشیائی قومیت کیمونزم کی تابع ہے؟ اس سوال کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اس کا انحصار ہر ملک کی تاریخی حیثیت پر ہے کچھ ممالک میں تو ایشیائی قومیت کیمونزم کی تابع ہے اور کچھ ملکوں میں تابع نہیں ہے۔ ایشیا میں کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں یہ سوال عمل شکل میں پیدا نہیں ہوا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

جدید کمیونزم کیا ھے ؟

جدید کمیونزم کیا ہے؟ کیا وہ روس کا کمیونزم ہے یا چین کا کمیونزم ہے۔ یا ٹیٹو اور کاسٹرو کا کمیونزم ہے؟ کیا وہ ویت نام اور کمبوڈیا کا کمیونزم ہے یا انگولا کا قومی کمیونزم ہے؟ کیا یہ یورپی کمیونزم ہے؟ اگر یہ یورپی کمیونزم ہے تو کیا وہ اٹلی کا "تاریخی سمجھوتہ یا مفاہمت" ہے یا پھر اسپین کا کمیونزم ہے جس نے لینن کے اصولوں سے لاتعلقی اختیار کرلی ہے۔ اگر ایشیا کا کمیونزم تبدیلی کے عمل سے گزر رہا ہے تو پھر افریقہ کا کمیونزم تو اور بھی زیادہ تبدیلی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے کہ کیوبا والے افریقہ کی گڑبڑ والی سرزمین میں موجود ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تشویش بغیر کسی سبب کے ہے۔ میں اس قسم کا انتہا پسند فیصلہ نہیں کروں گا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

صورتیں ایک جیسی نہیں ھوتیں

صورتیں کبھی بھی ایک جیسی نہیں ہوتی ہیں۔ اس محدود صورتِ حال کو تسلیم کرتے ہوئے میں ویت نام کو دی جانے والی زبردست اور اصول حمایت کا حوالہ دوں گا جو چین نے ویت نام کو دی تھی جس نے مغربی فوجی مداخلت کے خلاف طویل جدوجہد کی تھی۔ جنگ کے خاتمہ کے تین سال اندر ہی ویت نام اور چین کے درمیان تعلقات کشیدہ نظر آتے ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

افریقه میں کمیونزم کی اصلیت

اگر جنوب مشرقی ایشیا میں ایسی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے تو افریقہ کے کچھ حصوں میں کیوبا والوں کی موجودگی کا لازمی طور پر مطلب مستقل تباہی نہیں ہے۔ خواہ سچ ہو یا غلط ہو، ادیس ابابا میں کیوبا والوں اور ایتھوپیا کی جنتا کے درمیان اختلافات کی افواہیں گردش کررہی ہیں۔ بنیادی طور پر افریقہ میں کمیونزم جو اپنا مقصد حاصل کررہا ہے وہ انگولا یا ایتھوپیا میں کیوبا والوں کی موجودگی کے باعث نہیں ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ مغربی طاقتوں نے افریقی عوام کی جائز تمناؤں اور حقیقی شرائط کو ماننے سے انکار کردیا ہے۔ مثال کے طور پر زائرے میں فوجی مداخلت اس نسل کے کپلنگ کے ہم خیال لوگوں کے دلوں کو خوش کرسکتی

www.bhutto.org

ہے لیکن بالآخر اس کے باعث افریقہ میں کمیونزم کا اثر و رسوخ اس سے زیادہ قائم ہو گیا ہے جس قدر کہ کاسترو کی کوششوں سے براعظم افریقہ میں قائم ہو سکا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

جنگجو افریقہ

نوازشِ خسروانہ جتانے اور مربی ہونے کے لمبے چوڑے دعوے کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ جنگجو افریقہ کا عام آدمی اب غیر ملکی استحصال کرنے والے کے سامنے زمین پر نہ تو رینگے گا اور نہ ہی سجدہ ریز ہو گا جیسا کہ ۱۸۹۲ء میں اشنتی شاہی خاندان والوں نے کیا تھا۔ اب جو صبح نمودار ہونے والی ہے اس میں افریقہ قبائلی اور نو آبادیاتی نظام کے ورثہ پر قابو پالے گا اور وہ ایک باعزت و باوقار مستقبل اپنے بچوں کے لئے تعمیر کرے گا جو اس وقت ظلم و تشدد کا شکار ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

لاطینی امریکہ عظیم تبدیلیوں کے دھانے پر

لاطینی امریکہ عرصہ سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے زیرِ سرپرستی ہے۔ اس سے قبل اسپین اور پرتگال کا نو آبادیاتی نظام بڑا ظالمانہ تھا۔ لاطینی امریکہ کو اس کی جبلی صلاحیت کے مطابق ترقی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جمہوریت کا درخت لاطینی امریکہ کی گرم زمین میں نہیں اگایا گیا۔ میکسیکو میں بادشاہت قائم کرنے کے نپولین سوئم کے مضحکہ خیز تجربہ کے سوائے میکسیکو میں بادشاہت کی روایت موجود نہیں تھی۔ لاطینی امریکہ جذباتی اور پارہ صفت لوگوں کا ایک وسیع و عریض براعظم تھا جہاں نہ تو بادشاہت کی اور نہ ہی جمہوریت کی دیسی روایت قائم تھی۔ لاطینی امریکہ فوجی ڈکٹیٹروں کا براعظم بن گیا تھا جنہوں نے اسپین اور پرتگال کے غیر ملکی نو آبادیاتی نظام کی جگہ لے لی تھی۔ اور اپنا داخلی قسم کا نو آبادیاتی نظام قائم کیا تھا۔ جمہوری روایت کی عدم موجودگی نے ان کے ظلم و تشدد کو آسان بنا دیا تھا۔ وہ زیادہ تر بلکہ سب ہی امریکہ کی خوشامدیں کرنے والے تھے۔ ان میں سے اگر کسی کے خیالات مختلف ہوتے تھے تو وہ یا تو برطرف کر دیا جاتا تھا اور یا قتل کر دیا جاتا تھا۔ ان تذلیل کن حالات نے ۱۹۵۸ء میں کاسترو کو پیدا کیا اور اس ورثہ نے لاطینی امریکہ میں کاسترو کی پوزیشن کو مستحکم کیا ہے۔ چھوٹا سا کیوبا ایک بڑی طاقت کے گوشت میں ایک

www.bhutto.org

کانٹے کی طرح چبھ رہا ہے اور افریقہ میں وہ مغربی یورپ کی طاقتور اقوام کے لئے ایک ڈراؤنے خواب کی طرح ہے۔ لاطینی امریکہ عظیم تبدیلیوں کے دہانہ پر کھڑا ہے۔ یہ تبدیلی خون آشام اور پرتشدد ہوگی۔ یہ عوام اور فوجی جنتا کے درمیان ایک جدوجہد ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس کشمکش میں عوام کی فتح ہوگی۔ مداخلت ہوگی لیکن اس مداخلت کے باعث جنگ اور بھی زیادہ خون آشام اور شدید ہو جائے گی اور عوام کی مکمل فتح یقینی ہو جائے گی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

بڑی طاقتوں کے درمیان

بڑی طاقتوں کے تعلقات اور ان کے درمیان تعلقات اثر و رسوخ کے خطوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ فوجی حکمت عملی کے گھیراؤ کے تصور سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایٹمی دہشت کے توازن سے متاثر ہوتے ہیں اور ایسے عارضی قسم کے تعلق سے متاثر ہوتے ہیں۔ جس کی نشاندہی وقتاً فوقتاً اشتعال انگیزی اور بیماری کے دوروں سے ہوتی ہے۔ یہ تیسری دنیا کے انمول وسائل پر کنٹرول اور غلبہ حاصل کرنے کی تلاش ہے۔ ہم اس کھیل میں شطرنج کے مہروں اور کھلونوں کی طرح اس وقت تک رہیں گے جب تک ہم شطرنج کے مہرے بنے رہنے پر فخر کرتے رہیں گے اور جب تک ہمیں کھلونے بنے رہنے کا شوق رہے گا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

وابستگیوں کو از سر نو قوی کیا جاسکتا ہے

دوسری جنگ عظیم کا خاتمہ سرد جنگ کی محاذ آرائی کی ابتداء سے ہوا۔ سرد جنگ محاذ آرائی کی جگہ دتیانت نے لے لی۔ اس وقت ہمیں دتیانت کے ساتھ مایوسی کی اٹھتی ہوئی لہر کا سامنا کرنا ہے۔ مئی کے آخر میں صدر کارٹر کی شکاگو میں پریس کانفرنس اور اناپولیس میں ان کی حالیہ تقریر سے ظاہر ہوگا کہ بین الاقوامی طاقت کا کھیل نیم محاذ آرائی یا نیم دتیانت میں تبدیل ہو رہا ہے جس کا انحصار اس زور پر ہے جو ان کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "متھ آف انڈی پینڈینس" (آزادی کا واہمہ) میں اس صورت کو نظر میں رکھا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ موجود تصورات کے خاتمہ کا اور ترجیحات کی از سر نو تعین کرنے کا باعث ہو۔ دو پارٹیوں والا ڈھانچہ جس کی تبلیغ میں نے تیسری دنیا کے لئے کی تھی اور جس کو پاکستان کے واسطے وضع کیا

www.bhutto.org

تھا ہوسکتا ہے کہ اس کا از سر و جائزہ لیا جائے۔ ناوابستگی دتیانت کے زمانہ میں گرتی ہوئی قدر و قیمت نیم محاذ آرائی نیم دتیانت میں جزوی طور پر بحال ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس وابستگیوں کو از سر نو توی کا جاسکتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ماؤزے تنگ کی غالب خواہش

ماؤزے تنگ کی غالب خواہش ایک نئے انسان کی تخلیق تھی۔ ایک ایسے نئے چینی کی تخلیق تھی جو انقلاب کے پرچم کو ہمیشہ ہمیشہ بلند رکھے۔ سیاسی افق سے دوبارہ غائب ہو جانے والے تنگ سیاؤ پنگ اس قسم کا نیا انسان تخلیق کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے اس عظیم کام کو اس صدی کے آخر تک مکمل کرنے کا اپنے آپ کو پابند کیا ہے۔ جو لوگ آنے والی تباہی کے خوف سے مغلوب ہیں وہی لوگ اس تباہی کو لانے والے ہیں۔ جو لوگ موجودہ صورت حال کے ساتھ گھبراہٹ کے عالم میں چپکے ہوئے ہیں کہ جیسی وہ نا قابل تغیر ہے وہی لوگ موجودہ صورت حال کی جلد تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ صورت حال میں نا قابل تصور باتیں پیدا ہو رہی ہیں اور کمپیوٹر والی یقینی صورت حال کم ہوتی جارہی ہے۔ آپ کس چیز کا سہارا لیتے ہیں۔ یا کس بات پر بھروسہ کرتے ہیں؟ میں عوام پر بھروسہ کرتا ہوں اور ان کے باطنی ردعمل پر اعتماد کرتا ہوں۔ لوگ ہی رہنمائی کرتے ہیں اور لوگوں کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ لیڈر کو عوام کی تمناؤں کا علم ہونا چاہئے اور ان کی تمناؤں کی بنیاد پر عوام کو ایک جرات مندانہ جہت عطا کرنی چاہئے۔ اس معاہدہ میں دھوکہ بازی سب سے زیادہ مہلک ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سیاسی جنگ بندی کی ضرورت

تنازعہ کے حل سے پہلے سمجھوتہ غیر معینہ مدت کے لئے نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک نازک و متحرک صورت حال کا مستقل حل نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک عارضی ضرورت ہے۔ عارضی سہل ترکیب یا سہل طریقہ کار نہیں ہے۔ ہمیں اپنے خیالات مجتمع کرنے اور اپنے ذہنوں کو صاف کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں نظریاتی علاقہ دیئے بغیر یعنی اپنے نظریات کو خیر باد کہے بغیر سیاسی جنگ بندی کی ضرورت ہے۔ ہمیں مردہ خیالات کو

www.bhutto.org

دفنانے اور تھکن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے جنگ بندی کی ضرورت ہے۔ تنازع کے حل سے پہلے سمجھوتہ باعزت اور برملا ہونا چاہئے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سرخ پرچم اور صدیوں کے غریب لوگ

اب تک باوجود ہیجان اور دوسروں کی جنگیں لڑنے کے کسی کو بھی فتح حاصل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی کسی کو شکست ہوئی ہے۔ اگر ہم اسی طرح تذبذب کا شکار رہے تو کسی کو بھی فتح حاصل نہیں ہوگی۔ ہر کوئی خسارہ میں رہے گا۔ ٹھیک ہے۔ یہ بھی ایک حل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عالمی لیڈروں نے دنیا کے عوام کو اس صورت حال کے واسطے تیار کیا ہے؟ کانفرنسوں، نیم حلول یا لکڑہاروں اور سقاؤں کا خون چوسنے کا وقت گزر چکا ہے۔ سرخ پرچم کا لہرانا ان لوگوں کو ذرا بھی خوفزدہ نہیں کرے گا جو صدیوں کی غربت کے باعث رنگ ہی کی شناخت نہیں کر سکتے ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ایشیائی وطنیت کا نازک پہلو

ایشیا کے منظر پر وطنیت یا قومیت ہر شے پر چھا جانے والی ہے اس وطنیت کا سب سے نازک پہلو یہ ہے کہ اس میں کمیونزم کا مقام نہیں ہے۔ سب سے زیادہ نازک پہلو اس کے ڈھانچہ کے اندر ذیلی قومیت کا مقام ہے۔ یہ مسئلہ از سرنو پیدا ہوا ہے اور زیادہ شدت سے پیدا ہوا ہے نہ صرف ایشیا میں بلکہ یورپ اور کینیڈا میں بھی اور بظاہر افریقہ میں بھی۔ مغربی یورپ میں یہ برطانیہ اور اسپین میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ صرف دو مثالیں ہیں۔ مشرقی یورپ میں اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال یوگوسلاویہ ہی پائی جاتی ہے۔ کینیڈا میں یہ کیوبک میں موجود ہے۔ یہ ایک انوکھی صورت حال ہے۔ ایک طرف تو دنیا ذرائع مواصلات اور دوسرے ذرائع کی بھرمار کے باعث سکڑتی جارہی ہے۔ یکجا ہونے کا جذبہ مضبوط تر ہوتا جارہا ہے۔ انضمام اور علاقائی تعاون کی جانب رجحان میں تیزی پیدا ہو رہی ہے۔ ہم اسے یورپی مشترکہ منڈی کی شکل میں۔ یورپ کی پارلیمنٹ کے مطالبہ میں اوا ے اور ایشین کی شکل میں۔ اسلامی سیکریٹریٹ کی تخلیق میں دیکھتے ہیں۔ اس کے برعکس نسلی اور لسانی انا یکجا ہونے کا جذبہ کے اندر اپنے تشخص پر زور دینے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

ایشیائی وطنیت کا سنگین مسئلہ

ایشیائی وطنیت یا قومیت کا سب سے سنگین مسئلہ ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ فوجی حکومت ایشیائی وطنیت یا قومیت کی بدترین دشمن ہے۔ یہ عوام کو حکومت میں شرکت سے محروم کرتی ہے۔ اس سے ذیلی قومیتوں کی انا کو سب زیادہ ٹھیس پہنچتی ہے۔ وہ عوام کو نمائندگی کی حق سے محروم کرتی ہے۔ اس سے ذیلی قومیتیں سب سے زیادہ برگشتہ ہو جاتی ہیں۔ اس دور میں ذیلی قومیتیں محسوس کرتی ہیں کہ انہیں دھوکہ دیا گیا ہے اور انہیں گمراہ کیا گیا ہے۔ اسی دور میں ذیلی قومیتیں یہ خیال کرنے لگتی ہیں کہ ان کی آزادی اور ان کے حق خود ارادی کو جھوٹے وعدوں کے ذریعہ دھوکہ سے سلب کیا گیا ہے اور ان جھوٹے وعدوں ہی کے باعث انہوں نے عظیم تر تشخص میں شمولیت اختیار کی تھی۔ ٹھوس معنی میں تعلق کا فیصلہ کن پہلو خود مختیاری اور خود مختیاری کی زیادہ سے زیادہ مقدار میں ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

خود مختاری کی محرومی

اگر اس مسئلے کا کوئی اطمینان بخش حل نکل آتا ہے اور اگر وہ حل یا سمجھوتہ منصفانہ طور پر کام کرتا ہے تو ایشیائی قومیت یا وطنیت کو جو خطرہ لاحق ہوتا ہے، ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں نیشنلزم خود مختیاری کی ڈھانچہ پر پلتا بڑھتا ہے۔ فوجی حکومت ایک ہی وار میں خود مختیاری کو تباہ کر دیتی ہے۔ جیسے کہ ٹڈی دل کھڑی فصلوں کو یک ہی حملہ میں تباہ کر دیتے ہیں۔ ذاتی طور پر حق جتانے سے محرومی ذیلی قومیتوں کو مشتعل کر دیتی ہے۔ خود مختیاری کے ذریعہ انضمام کے بجائے وہ علحدگی کی جدوجہد میں معروف ہو کر انتشار کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے خود مختاری کی محرومی اتحاد کے استحکام کا باعث نہیں ہوتی بلکہ اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سوئیکارنو کا دور حکومت

صدر سوئیکارنو انڈونیشیا کے بانیوں میں سے تھے۔ انہوں نے مختلف جزائر کو متحد کیا اور ان کے باشندوں کو انڈونیشی قوم بنا دیا۔ انہوں نے اپنے عوام کو ایک مشترکہ زبان دی اور رومن رسم الخط عطا کیا۔ صدر سوئیکارنو

www.bhutto.org

نے عورتوں کو پابندیوں سے نجات دلائی۔ انہوں نے ایک ناٹو میں شامل ملک اور آسٹریلیا کی مخالفت کے باوجود مغربی ارئین کو آزاد کرادیا۔ وہ بندونگ کانفرنس کے روحانی باپ تھے۔ انہوں نے انڈونیشیا کے عوام کو وقار عطا کیا اور انڈونیشیا کو ایشیا کا ایک سربرآوردہ ملک بنادیا۔ سوئیکارنو کمیونسٹ نہیں تھے لیکن انہوں نے روس اور چین کے ساتھ قریبی دوستانہ تعلقات کو فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ امریکہ کا بہت احترام کرتے تھے اور صدر جان ایف کینیڈی کیلئے ان کے دل میں بڑی گرمجوشی کے جذبات تھے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سوئیکارنو کے زوال کے بعد

سوشلسٹ نظریات کے حامی سوئیکارنو کے زوال کے بعد اور آزاد انٹر پرائز کے حامی سوہارتو کے برسر اقتدار آنے کے بعد یہ خیال تھا کہ انڈونیشیا میں غیر ملکی سرمایہ کاری کثرت سے ہوگی۔ سوہارتو کی ''مستحکم'' حکومت کے بارہ سال بعد صورتحال یہ ہے کہ غیر ملکی سرمایہ کار انڈونیشیا کے باہر نظریں دوڑا رہے ہیں۔ جکارتا میں ایک غیر ملکی سرمایہ کار نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ''انڈونیشیا میں کوئی بات منطقی نہیں ہے۔ میں مستقبل میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے بارے میں خاصا مایوس ہوں اور خود ملک کے مستقبل کے بارے میں مایوس ہوں۔''

(میری سب سے پیاری بیٹی)

پاکستان اور انڈونیشیاء میں یکسانیت

پاکستان اور انڈونیشیا کی صورت حال کے درمیان یکسانیت حیرت انگیز ہے فرق یہ ہے کہ پاکستان دنیا کے غریب ترین ممالک میں سے ہے۔ اگر بارہ سال کے عرصہ میں فوجی جنتا دنیا کے ایک امیر ترین ملک کو تباہ کرسکتی ہے تو اس امر کا اندازہ لگانے کیلئے کچھ زیادہ تخیل کی ضرورت نہیں ہے کہ فوجی جنتا ایک ہی سال میں دنیا کے غریب ترین ملک کے ساتھ کیا کچھ کرسکتی ہے۔ انڈونیشیا اور پاکستان دونوں ہی ایشیا میں ہیں۔ دونوں مسلم ممالک ہیں۔ دونوں میں فوجی جنتا کی حکومت ہے۔ دونوں ہی جنتاؤں نے مقبول قیادت کی جگہ سنبھالی ہے۔ دونوں مقبول لیڈروں کی یہ شہرت تھی کہ وہ چین کے اور سوشلسٹ نظریات کے حامی ہیں۔ دونوں ہی عوام کی طاقت اور اپنے ممالک کی عظمت وشان پر یقین رکھتے تھے۔ یہ وجہ ہے کہ

www.bhutto.org

میں نے انڈونیشیا کے بارے میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ میرا مقصد صدر سوہارتو کو ناراض کرنا نہیں ہے۔ سوئیکارنو کی موت کی ۸ سال بعد سوہارتو نے مجبور ہو کر اس شخص کو انڈونیشیا کا ہیرو تسلیم کیا ہے جس کی حکومت کا تختہ انہوں نے الٹا تھا۔ کیا پاکستان کی مارشل لاء مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مجھے خراج عقیدت پیش کرے؟

(میری سب سے پیاری بیٹی)

بھارتی جنگجو یا وطن پرستی

۱۹۷۷ء کے بعد بھارتی اتحاد کو مستحکم کرنے کا طریقہ بھارتی جنگجویانہ وطن پرستی ہے جس میں ایٹمی حیثیت کا دعویٰ اور برصغیر میں غالب قوت ہونے کا دعویٰ شامل ہے۔ بھارتی لیڈر اس بارے میں بھی پروپیگنڈہ کرتے ہیں جس کو وہ "پاکستان کا ناکامی" کا نام دیتے ہیں۔ بھارتی جمہوریت کا پاکستان میں فوجی ڈکٹیٹر شپ سے موازنہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی محدودات کے باوجود بھارت نے کافی اقتصادی ترقی کی ہے۔ وہ اناج کے معاملہ میں خودکفیل ہو گیا ہے۔ یہ کوئی معمولی کامیابیاں نہیں ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ہندو کا خوف

بھارت کو موزیک انتہائی پراسرار ہے۔ اس کے بہت سے دیوتا ایک ہی مندر کی چھت تلے یا کھلے آسمان کے نیچے رہ سکتے ہیں۔ اگر مندر بہت چھوٹا ہو تو پھر ان میں ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے اور بھارت کو ایسے کشت و خون میں جھونک سکتا ہے جس میں بھائی بھائی کا گلا کاٹے۔ جواہر لال نہرو ہمیشہ اسی بات سے خوفزدہ رہتے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ یہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک وطیرہ رہا ہے۔ اس نمونہ یا وطیرہ کو تبدیل کرنے کیلئے بھارتی قیادت کے پاس جدید ذرائع اور وسائل موجود ہیں۔ لیکن ایک ایسا نمونہ جس کی گہری جڑیں اشوک کے زمانہ تک پھیلی ہوئی ہوں اس میں جدید ذرائع اور وسائل کو چیلنج کرنے کی قوت مزاحمت بھی ہوتی ہے۔ کیا وہ پاکستان نسلوں اور قوموں کے اس انقلابی عمل میں ایک محرک ثابت ہوگا؟

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

قائد اعظم

ایک وقت تھا کہ قائداعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا جاتا تھا۔ بعد میں جب انہیں ہندو نیشنلزم کی تنگ نظر ذہنیت کا یقین ہو گیا جو سیاست اور اقتصادیات پر ہندو غلبہ پر مبنی تھی تو انہوں نے اقبال کے خواب کی تکمیل کی جانب توجہ مبذول کی اور ایسا غیر معمولی عزم کے ساتھ کیا۔ پاکستان کی تخلیق کی مزاحمت ایک ایسی پہاڑ کی چوٹی کی مانند تھی جو نا قابل رسائی ہو۔ یہ مزاحمت انڈین کانگریس کی طرف سے اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے کی گئی جن میں مودودی اور ان کی جماعت اسلامی شامل تھی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

صوبائی خود مختاری

پاکستان کی سیاست کے الجھے ہوئے تانے بانے میں صوبائی خودمختاری کا مسئلہ شروع سے ہی ایک بنیادی مسئلہ بنا رہا ہے۔ آئین سازی کی پہلی کوشش جو بیسک پرنسپلز کمیٹی رپورٹ (بنیادی اصولوں کی کمیٹی رپورٹ) کے نام سے مشہور ہے اسی مسئلہ پر ناکامی کا شکار ہوگئی۔ میرا ارادہ اس موجودہ بحران کی شدت و اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے ان سیاسی غلطیوں کو گنانے کا نہیں ہے جو قیام پاکستان کے بعد سے کی جاتی رہی ہیں۔ اندرونی طور پر یہ بحران بہت سنگین ہے۔ میں صوبائی خودمختاری کے مسئلہ پر اس لئے بحث کر رہا ہوں کہ یہ ایک محوری یا مرکزی مسئلہ ہے۔ بعد میں یہ بحران پیریٹی (مساوات) کے فارمولا سے پیچیدہ بنا دیا گیا جس کو مشرقی پاکستان کو اس کے جائز حقوق سے محروم کرنے کیلئے عوام دشمنوں نے وضع کیا۔ جس وقت صوبائی خودمختاری کے مسئلہ پر سمجھوتہ ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا گورنر جنرل غلام محمد نے آئین ساز اسمبلی کو غیر قانونی طور پر برطرف کر دیا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ اس کے گروہ یا گروپ کے خصوصی مفادات کو آئینی سمجھوتہ سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان میں ایک یونٹ (صوبہ) قائم کر دیا گیا۔ جس سے مغربی پاکستان کے صوبوں کی جیسی کچھ بھی خودمختاری تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔ ایک یونٹ اور مساوات کے جڑواں ستونوں پر ۱۹۵۶ء کا آئین دوسری آئین ساز اسمبلی نے تعمیر کیا جو پہلی آئین ساز اسمبلی کی طرح حقیقی معنی میں عوام کے نمائندہ نہیں تھی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

جب شکست خوردہ پاکستان میرے ہاتھوں میں دیا گیا

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء تک ڈھاکہ بھارتی فوج کے قبضہ میں آ گیا اور مغربی پاکستان کے ۹۰ ہزار جنگی قیدی بھارت کی تحویل میں آ گئے۔

میں اس وقت اقوام متحدہ میں تھا اور ایک ناممکن صورت حال کو بچانے کیلئے ازحد کوشش کر رہا تھا۔ جب جنرل یحییٰ خان نے ہونے والی تباہی کا جائزہ لیا اور انہیں شکست ہو جانے کا مکمل یقین ہو گیا اور یہ امکان پیدا ہو گیا کہ کچھ بھی واپس نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو کچھ تھوڑا بہت بچا ہے وہ بھی خطرہ میں ہے تو انہوں نے ایک خصوصی طیارہ مجھے پاکستان واپس لانے کے لئے بھیجا۔ یحییٰ خان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور شراب کی بوتل ان کے پاس رکھی ہوئی تھی جب ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صبح کے ساڑھے دس بجے انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور یہ کہ میں شکست خوردہ پاکستان کا چارج سنبھال لوں اس لئے کہ صرف میں ہی باقی ملک کو بچانے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ ان نامبارک حالات میں میں نے سوا بارہ بجے دوپہر کو صدر پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

شملہ معاہدہ

میں نے بھارت کے ساتھ شملہ معاہدہ کیا جس میں کوئی خفیہ شق نہیں تھی اور سندھ اور پنجاب کا ۵ ہزار مربع میل سے زائد علاقہ پاکستان کیلئے واپس لیا۔ میں نے ۹۰ ہزار جنگی قیدی عزت کے ساتھ لئے اور ایسا بغیر جنگی مقدمات کے ہوا جن کے چلائے جانے کا خطرہ تھا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

1973ء کا آئین ایک بنیادی ڈھانچہ

۱۹۷۳ء کا آئین وہ پہلا آئین تھا کس کو ایک جمہوری اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ جو اسلام، جمہوریت اور خودمختیاری کی بنیاد پر ایک بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ یہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے باشندوں کی آواز تھی جس کا اظہار ان کے منتخب لیڈروں نے ایک آئینی دستاویز میں کیا تھا۔ خودمختیاری کا مسئلہ جو ایک نسل کے دور سے زیادہ عرصہ تک حل نہیں ہوا تھا جو برصغیر کی سیاست کیلئے زمانہ

قدیم سے ایک لعنت سمجھا جاتا تھا آخرکار طے ہوگیا تھا اور عوام اور ان کے منتخب نمائندے مطمئن ہو گئے تھے۔ میں نے ایسی خوشی اور مسرت کی لہر محسوس کی جس سے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ایک لغو اور بیہودہ دلیل

یہ کہنا بالکل فضول بات ہے اور یہ دلیل دینا انتہائی لغو اور بیہودہ ہے کہ میں نے صوبہ سرحد اور بلوچستان میں پی پی پی کی حکومتیں قائم کرنے کیلئے نیپ جے یو آئی کی حکومتوں کو ختم کرنے کی سازش کی۔ اگر میرا یہ مقصد ہوتا تو میں ان دونوں صوبوں میں نیپ جے یو آئی کی حکومتیں بنانے میں اس قدر غیر معمولی طور پر کیوں مدد کرتا۔ مجھے آبادی کے ایک طبقہ کی طرف سے اس تنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو مجھے صوبہ سرحد بلوچستان میں نیپ کی حکومتیں قائم کرا کر برداشت کرنی پڑی۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

اکبر بگٹی

اکبر بگٹی کے علاوہ دوسرے بلوچ لیڈر اس قدر چمک دمک والے تو نہیں ہیں لیکن زیادہ پختہ کار ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

افغان مسئلہ پر ضیاء الحق کی غلطی

جولائی ۱۹۷۷ء کے فوجی انقلاب کے بعد جنرل ضیاء الحق نے کابل کا دورہ کیا اور صدر داؤد سے ملاقات کی۔ کابل سے واپسی کے فوراً بعد انہوں نے نیپ کے لیڈروں کو حیدرآباد جیل سے رہا کر دیا۔ مستقبل قریب میں وقت بتائے گا کہ آیا ایسا غیر مشروط طور پر کیا گیا یا مسئلے کے حل سے قبل مفاہمت یا سمجھوتے کی یقین دہانی پر کیا گیا۔ مارچ ۱۹۷۸ء میں صدر داؤد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ دل خوش کن تقاریر ہوئیں۔ تاہم ایک تقریر میں صدر داؤد نے خاص طور پر کہا کہ سیاسی مسئلے ابھی حل ہونا باقی ہیں۔ کوئی مشتر[illegible] اعلا[illegible] جاری نہیں کیا گیا، جب سردار داؤد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اگر تین سال کے تعلقا[illegible] [illegible] کے بعد [illegible] میں کبھی کبھی تو بہت زیادہ اضافہ بھی ہوا، میں جون ۱۹۷۶ء میں کابل میں کابل [illegible]

www.bhutto.org

جاری کرا سکا جو پُر امن بقائے باہمی کے پانچ اصولوں پر مبنی سیاسی اختلافات کو طے کرنے کے بارے میں تھا تو پھر یہ ایک معمہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کیوں کابل یا اسلام آباد میں ایک مشترکہ اعلامیہ کے ذریعہ اس کی تصدیق و توثیق نہیں کرا سکے۔ اگر کوئی زیادہ اہم خفیہ معاہدہ ان کے درمیان ہوا تھا تب بھی جون ۱۹۷۶ء کے کابل اعلامیہ کا اعادہ پاکستان اور افغانستان کے عوام کے فائدہ کیلئے اور زیادہ ضروری تھا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سندھ میں ذیلی قومیت کا جذبہ

درحقیقت سندھ میں ذیلی قومیت کا جذبہ زیادہ شدید نوعیت کا تھا۔ سیاسی اور علمی نقطہ نگاہ سے سندھ ان جذبات کے اظہار میں بلوچستان اور صوبہ سرحد سے آگے تھا۔ یہاں بھی سیاسی اثرات کے علاوہ تاریخی اور اقتصادی عوامل نے اپنا کھیل کھیلا۔ سندھ کے مسئلہ کی حالانکہ وہ کچھ لحاظ سے صوبہ سرحد اور بلوچستان کے مقابلہ میں زیادہ شدید نوعیت کا تھا اس قدر زیادہ تشہیر نہیں ہو سکی، اس لئے کہ نسلی اور دوسرے متعلقہ معاملات کو صوبہ سرحد اور بلوچستان کی طرح پڑوسی ممالک میں رسائی حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کے علاوہ سندھ میں ذیلی قومی جذبہ سندھی آبادی ہی تک محدود رہا اور صوبہ میں غیر سندھی آبادی میں شریک نہیں ہوئی۔ غیر سندھی آبادی کا زیادہ اثر کراچی، حیدرآباد اور سکھر جیسے اہم شہروں تک محدود رہا۔ چھوٹے شہروں اور قصبوں میں بھی غیر سندھیوں کی تعداد سندھیوں کے مقابلہ میں زیادہ تھی۔ وہ کافی اقتصادی طاقت کے مالک تھے۔ زیادہ بہتر طور پر منظم تھے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سندھو دیش کی تحریک

سندھو دیش کی تحریک کو اس لئے سنجیدگی سے نہیں لیا گیا کہ اس کے غیر ملکی روابط نہیں تھے اور وہ اندرونی طور پر گھیرے میں تھی۔ لیکن اس کی اہمیت کو کم سمجھنا غلطی تھی یہ حقیقت ہے کہ سندھو دیش تحریک میں غیر ملکی بلیک میل کا عنصر غائب تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس حساس مسئلے کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

"بھٹو والی" کا علاقہ

تھرپارکر کے ٹھاکر اور رانا اپنے علاقہ میں بڑے بااثر ہیں۔ ان کے ازدواجی اور دوسری رشتہ داری کے تعلقات راجستھان کے حکمران شہزادوں کے ساتھ ہیں۔ سرحد کی دونوں جانب حر اور مہر ہیں۔ اس بات کا علم تمہارے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ ۱۹۶۵ء کی پاکستان، بھارت جنگ میں جس آخری مقام پر پاکستانی فوج نے قبضہ کیا تھا وہ "بھٹو والی" تھا جو راجستھان میں ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

سندھ اور راجھستان کی سرحدیں اور بھارتی عزائم

سندھ اور راجستھان کے درمیان جن روابط کی وابستگیوں کا مختصر طور پر یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ خواہ کتنی ہی کم ہوں لیکن بھارت کے مقاصد عزائم ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ بھارت نے بھارت ماتا کی تقسیم کو ذہنی طور پر قبول نہیں کیا ہے۔ اس نے دیکھا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں جارحیت کا ارتکاب کرنے میں کامیاب رہا، جیسے ہی بنگالیوں کا خودمختیاری کا نعرہ ایک جنگی نعرہ بن گیا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

بھارت کو عظیم پڑوسی کہنا حماقت ہے

یہ خیال کرنا تو نری حماقت بلکہ دیوانہ پن ہے کہ چونکہ جنرل ضیاء الحق نے بھارت کو "ایک پیارا اور عظیم پڑوسی" کہہ دیا ہے۔ اس لئے بھارت کی موجودہ قیادت الگ کھڑی دیکھتی رہے گی اور دوسرے اس کے حصے بخرے کرتے رہیں گے۔ جنرل ضیاء الحق خواہ بھارت کو خوش کرنے کیلئے کچھ ہی کریں اور خواہ کشمیر کے بارے میں خفیہ شرائط کی بات کریں جن کا کوئی وجود نہیں ہے بھارت، پاکستان سے پورا پورا فائدہ حاصل کر کے رہے گا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

بھارت اور ان کے لیڈران کی حقیقت

اس کے برعکس مراعات تو بھارت کی بھوک یا طمع میں اور بھی اضافہ کرتی ہیں۔ مصالحت و مفاہمت اور اپنے

www.bhutto.org

حقوق ومفادات سے دست برادری تو بھارتی قیادت کو اور زیادہ یقین دلاتی ہے کہ پاکستان ایک خوددار قوم کی حیثیت سے باقی رہنے کا عزم کھو چکا ہے۔ بھارتی مداخلت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ شک صرف اس بارے میں ہے کہ مداخلت کرنے والی طاقتوں کے درمیان پاکستان کے چاروں صوبوں کی تقسیم کس طرح ہو۔ آج کل مرارجی ڈیسائی اور اٹل بہاری باجپائی کان کے کچے مارشل لاء حکمران کے کانوں میں بیٹھے اور سریلے الفاظ بول رہے ہیں۔ یہ صرف ان کی چال ہے۔ باجپائی جن سنگھ کا لیڈر رہا ہے۔ خواہ وہ آج کل کچھ بھی کہے نہ تو اس کے اور نہ ہی جن سنگھ کے تعارف کی کوئی ضرورت ہے۔ جہاں تک مرارجی ڈیسائی کا تعلق ہے تحریک پاکستان کے معمر سیاستداں اس امر کی تصدیق کرنے کے لئے ابھی زندہ ہیں کہ سردار ولبھ بھائی پٹیل کو چھوڑتی ہوئے کوئی دوسرا کانگریسی لیڈر پاکستان کا اس قدر مخالف نہیں تھا جس قدر کہ بھارت کے موجودہ وزیراعظم تھے۔ نہرو اور اندرا گاندھی کی شہرت زیادہ وسیع القلب اور روادار ہونے کی تھی۔ ان کو اس قدر متعصب نہیں خیال کیا جاتا تھا جس قدر پٹیل اور ڈیسائی کو متعصب سمجھا جاتا تھا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

کڑوے پھلوں کی فصل کاٹنا ابھی باقی ہے

سیاسی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دے کر یہ حکومت دہشت گردی کی پرورش کر رہی ہے۔ اگر سیاسی سرگرمیوں کو ڈومینیکن ری پبلک جیسے چھوٹے سے ملک میں ختم نہیں کیا جا سکتا تو پھر انہیں پاکستان جیسے ملک میں کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے؟ روایتی سیاسی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دینا درحقیقت ان لوگوں کو دعوت دینا ہے جو اقتدار پر قبضہ خفیہ طور پر اعتماد حاصل کر کے کرتے ہیں۔ مارشل لاء حکومت فرسٹیشن کا تجربہ کر رہی ہے۔ سیاسی منظر [illegible] اس کی مداخلت [illegible] ماحول نے خطہ میں پاکستان کو غیر مستحکم کر دیا ہے۔ کڑوے پھلوں کی فصل ابھی کاٹنا باقی ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

مارشل لاء بالکل غیر نمائندہ نہیں ہوتا ہے

مارشل لاء بالکل غیر نمائندہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ عوام کی تو نمائندگی نہیں کرتا ہے لیکن وہ رجعت پسند فوجی ٹولہ کی نمائندگی ضرور کرتا ہے۔ اس ٹولہ اور اس کے نمائندوں نے یکے بعد دیگرے فوجی جنتاؤں نے اس ملک کو اس افسوسناک حالت پر پہنچا دیا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

یہ "ٹولہ" مجھ سے کیوں نفرت کرتا ہے؟

یہ ٹولہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ وہ مجھ سے اس لئے نفرت کرتا ہے کہ میں پاکستان کا وہ پہلا لیڈر ہوں جس نے اس کی اجارہ داروی کو پاش پاش کیا ہے اور براہ راست عوام سے رجوع کیا ہے۔ اس ٹولہ میں شامل لوگ یہ چاہتے تھے کہ میں ان کے ذریعہ حکومت کروں، جیسا کہ ماضی میں تمام دوسرے لیڈروں نے کیا تھا۔ لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

پنجاب اور سندھ بانٹنے کی گروہی سازش

دوسرے الفاظ میں ایسا اس ٹولہ کو ختم کر کے کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ ٹولہ پنجاب کے عوام کے مفاد میں اپنے آپ کو ختم کر لے گا؟ وہ یقینی طور پر ایسا نہیں کرے گا۔ یہ ٹولہ کبھی بھی پنجاب کے عوام کی خدمت نہیں کرے گا۔ یہ بنیادی تضاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے عوام میرے ساتھ ہیں۔ اور ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ اس ٹولہ کا دعویٰ ہے کہ اس نے دریائے راوی کا پانی پیا ہے۔ یہ ٹولہ کہتا ہے کہ میں نے تو دریائے سندھ کا پانی پیا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

مارشل لاء ایک سرطان

مارشل لاء کسی بھی مہذب ملک کیلئے ایک سرطان کی مانند ہے۔ پاکستان کے لئے تو مارشل لاء اس کے وجود کے اسباب ہی کی نفی ہے اس لئے کہ پاکستان ایک جمہوری تحریک کے ذریعہ عوام کی تخلیق ہے۔ دوسرے دنیا میں کوئی بھی ملک اپنے جی این پی کا اس قدر حصہ مسلح افواج پر خرچ نہیں کر رہا ہے جس قدر پاکستان کر رہا ہے۔ دنیا کے ایک غریب ترین ملک کے عوام کی یہ جرائت مندانہ قربانی سال بہ سال جاری ہے۔ مسلح افواج کے حق میں عوام کی اس قربانی کی مقصد یہ ہے کہ مسلح افواج پاکستان کی سالمیت کو جو خطرات لاحق ہیں ان سے نمٹے۔ اس لئے نہیں ہے کہ مسلح افواج پاکستان کی خارجی حیثیت کے بارے میں ملک پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سمجھوتہ کرلیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

مارشل لاء انسانی حقوق کی وحشیانہ نفی ہے

چونکہ مارشل لاء انسانی حقوق کی وحشیانہ نفی ہے اس لئے فوجی جنتا سے انسانی حقوق کے کسی خاص پہلو کا احترام کرنے کی اپیل کرنا ایک طربیہ صورت حال ہے۔ ایسی صورت میں انسانی حقوق کے احترام کا واحد طریقہ یہی ہے کہ غیر قانونی فوجی جنتا کو تسلیم ہی نہ کیا جائے۔ فوجی ڈکٹیٹروں نے ایشیا، لاطینی امریکہ اور افریقہ کو روند ڈالا ہے۔ ان کے اس اقدام کے نتیجہ میں انہوں نے مارکس اور اینگلز، لینن اور تصنیفات سے زیادہ کمیونزم کو پھیلانے کیلئے کام کیا ہے۔ وہ بعد کے نو آبادیاتی دور کے بدترین ظالم ہیں۔ انہوں نے قابل احترام اداروں کو تباہ کیا ہے اور اپنے عوام کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ڈکٹیٹر وہ جانور ہے جسے پنجرہ میں بند کرنے کی ضرورت ہے

انہوں نے داخلی نفاق اور بیرونی کشمکش پیدا کی ہے۔ ڈکٹیٹر وہ جانور ہے جس کو پنجرہ میں بند کرنے کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنے پیشہ اور اپنے آئین سے انحراف کیا ہے۔ اس نے عوام سے دھوکہ کیا ہے اور انسانی اقدار کو تباہ کیا ہے۔ اس نے ثقافت کو تباہ کیا ہے۔ اس نے نوجوانوں کو پابند کر رکھا ہے۔ اس نے حکومتی ڈھانچہ کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ وہ محض اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ وہ ایک قہر ہے جو انسانوں کو ہلاک کر لیتا ہے۔ وہ جذامی ہے۔ جو شخص بھی اسے چھوتا ہے وہ بھی جذامی ہوتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

افراط زر کے مقابلے میں بے روزگاری کا انتخاب

ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے حالات بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ افراط زر اور بے روزگاری دونوں ہی بری چیزیں ہیں۔ اور پریشان کن ہیں۔ لیکن اگر ان دونوں برائیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو ترقی یافتہ ممالک افراط زر کے مقابلہ میں زیادہ بے روزگاری کو ترجیح دیں گے۔ ترقی پذیر ممالک کے لئے بھی بہتر مشورہ ہوگا کہ میرے خیال الفاظ یہ ہونے چاہئیں کہ "وہ افراط زر کے مقابلہ میں بے روزگاری کا انتخاب کریں۔"

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

پیشہ ور ڈکٹیٹر کا دماغ

پیشہ ور فوجی ڈکٹیٹروں کے دماغ ایک جیسے خطوط پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا موقف اور طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مجبوراً اور عارضی طور پر فوجی بیرکوں کو خیر باد کہا ہے۔ جن کو وہ ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتے اور یہ کہ انہوں نے ایسا ملک کو خانہ جنگی اور کمیونزم کے خطرہ سے بچانے کی خاطر کیا ہے اور گندے سیاستدانوں نے جو گڑبڑ پیدا کی ہے اس کو صاف کرنے کیلئے، امن وامان برقرار رکھنے کیلئے، رشوت ستانی کو ختم کرنے کیلئے اور سیاسی استحکام قائم کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

جب "وہ" واپس جاتے ہیں

بڑی طاقتیں کے عالمی مفادات کے تحفظ کی خاطر قوم کے ملاقاتی دعوؤں کو ترک کرنے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ حق خود ارادی کے حق کے بجائے وہ جی این پی کی بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرنے کے بجائے وہ افراط زر کی شرح میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور یہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ خود ان کا عمل افراط زر میں اضافہ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ وہ تضادات کے خالق ہے۔ وہ جب سیاسی منظر سے علیحدہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے پیچھے کہیں زیادہ بدعنوانی اور رشوت ستانی، زیادہ عدم استحکام، زیادہ اختلاف رائے، زیادہ کمزور اقتصادیات، زیادہ انتشار اور آئینی خلاؤں کے باعث پیدا کردہ گھمبیر چھوڑ جاتے ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

مارشل لاء کا طریقہ واردات

بغیر کسی پس وپیش کے مارشل لاء تمام قومی خرابیوں کی ذمہ داری سیاسی قیادت کے کندھوں پر ڈال دیتی ہے۔ ماضی کے واقعات کے بارے میں مبالغہ آمیز اور غلط توضیحات کی جاتی ہیں اور ماضی کی سیاسی قیادت کو بدنام کرنے کی غرض سے جعلی دستاویزات تیار کی جاتی ہیں۔ اقتدار پر غاصبانہ طور پر قبضہ جمانے کے ساتھ ساتھ سیاسی لیڈروں کے کارناموں کو بھی غصب کر لیا جاتا ہے۔ جو سیاسی لیڈر جس قدر زیادہ مقبول ہوتا ہے اور قوم کے واسطے جس قدر زیادہ اس کے کارنامے ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ زور وشور کے ساتھ اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اس کے اوپر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

ڈکٹیٹروں کو سزا دی جا سکتی ہے

اگر آزادی۔ جمہوریت۔ آئینی حکومت اور انسانی حقوق کی "آزاد دنیا" کیلئے دیرپا قیمت ہے تو اس کا جواب یا حل یہی ہے کہ فوجی ڈکٹیٹروں کو مکمل طور پر الگ تھلگ اور سماج سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے اگر اسپین کے جنرل فرینکو جو اسپین کی خانہ جنگی کا فاتح تھا بیس سال سے زائد عرصہ تک الگ تھلگ رکھا جا سکتا تھا تو یہ ان دکھاوے کے ڈکٹیٹروں کو نہ تو فرینکو ہیں اور نہ اسپین جیسے ملک کے حکمراں ہیں نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ ان کی مذمت کی جا سکتی ہے اور انہیں سزا دی جا سکتی ہے۔ صرف اس صورت میں جمہوریت۔ آئینی حکومت اور انسانی حقوق میں آمرانہ نظام کا مقابلہ کر[illegible] قوت پیدا ہوگی۔

(میری سب [illegible] ی بیٹی)

حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں نبی ہیں

مغربی تہذیب عیسائی تہذیب ہے۔ اس عظیم اور شاندار تہذیب کی جڑیں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں پیوست ہیں۔ عیسائیوں کے کہنے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نہ صرف ایک نبی تھے بلکہ وہ "اللہ کے بیٹے" بھی تھے۔ ہم مسلمان انہیں ایک نبی کی حیثیت سے مانتے ہیں اور ان کی پاک اور مقدس پیدائش پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ لیکن اسلام سختی سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والا مذہب ہے۔ وہ "والد"، "بیٹے" اور "روح القدس" کے تصور کو قبول نہیں کرتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

تیسری دنیا کا ایک پل

ہم اس مادی خوشحالی کی سطح پر نہیں پہنچے ہیں کہ طمع میں مست رہیں اور مطلب پرستی میں فخر محسوس کریں۔ ہم اس سے زائد نہیں چاہتے جو ہمارے قریبی پڑوسی کو حاصل ہے۔ ورنہ اچھا پڑوسی ہونا ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ ہم مشرق و مغرب اور دونوں دنیاؤں کی دوستی چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تیسری دنیا میں ہیں اور یہ وہ دنیا ہے جو دو دنیاؤں کے درمیاں ایک پل ہو سکتی ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

www.bhutto.org

صدر داؤد کیوں مارا گیا

حال ہی میں صدر داؤد اور ان کے خاندان والے افغانستان میں تبدیلی کے عمل کے دوران ہلاک کر دیئے گئے۔ ایسا انقلابی جنگ کے دوران ہوا۔ ایسا وقت کی منطق کے مطابق تھا۔ وہ قتل پہلے سے سوچے سمجھے اور بے رحمانہ طریقہ سے اور عدالتی قتل کے ذریعہ نہیں کیا گیا تھا جس کا کہ میں شکار کیا گیا ہوں۔ کسی لمحہ میں اشتعال کے باعث جو کچھ ہو جاتا ہے اور ایک گندی سازش کے درمیان جو مہینوں تک چلتی رہے بہت زیادہ فرق ہوا کرتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

تقدیر اقوام

ان وحشیوں نے "میرے" ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر اشتعال اور ذاتی غصہ کا ہونا لازمی ہے۔ "میرے" سے میری مراد ہم سب ہیں یعنی ہمارے دوست اور پارٹی کے وفادار ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے قومی مفادات کو اور زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ بلاشبہ ذاتی تلخی ہے لیکن غیر ذاتی تکلیف کا احساس ذاتی جذبات پر غالب ہے۔ یہ افراد پاکستان کو ۱۹۴۷ء کے دور میں واپس لے گئے ہیں۔ اس عمل میں انہوں نے قوم کو ان اعلیٰ و ارفع نظریات اور اخوت کے جذبہ سے محروم کر دیا ہے۔ جس کا مظاہرہ عوام نے ۱۹۴۷ء میں کیا تھا اور ایک جنون کے اندر اس وقت موجود تھا۔ یہ صورتِ حال یہ کہنے سے بھی خراب تر ہے کہ ہم الٹے پاؤں لوٹ آئے ہیں یا یہ کہ ہم اس جگہ پھر واپس آ گئے ہیں جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔ قومیں الٹے پاؤں واپس نہیں آیا کرتی ہیں۔ قومیں یا تو ترقی کرتی ہیں یا پھر دھماکہ کے ساتھ انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اور یا خاموشی کے ساتھ روبہ زوال ہو جاتی ہیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

مسئلہ کے حل سے پہلے باعزت مفاہمت کی ضرورت

میں نے مسئلے کے حل سے پہلے باعزت مفاہمت کی ضرورت کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خطرناک صورتِ حال سے بچنے کی آخری کوشش ہے۔ میں زیادہ پر امید نہیں ہوں۔ میں تباہی کو آتا دیکھ رہا ہوں جو ناگزیر معلوم ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کی خاطر اور ساری دنیا کے بچوں کی خاطر میں مسئلے کے آخری حل سے

www.bhutto.org

پہلے مفاہمت کا خواہاں ہوں۔ لیکن اگر میں اپنے پوتے پوتیوں کے بارے میں سوچتا (یعنی میرے وہ پوتے پوتیاں جو ساری دنیا میں ہیں) تو میں کہتا کہ تباہی آنے دو۔ جو لوگ عالمی تباہی سے معجزانہ طور پر بچ جائیں گے ان کو ازسرنو نئی دنیا تعمیر کرنے کا شاندار موقع حاصل ہوگا۔ ساری ٹوٹی پھوٹی دنیا ان کے قدموں پر ہوگی۔ وہ ایک نئے عالمی نظام کے وضع کرنے والے ہوں گے۔ وہ بغیر کسی حد بندی کے قوم کی تقدیر کے محافظ ہوں گے۔ وہ راکھ اٹھائیں گے اور زیادہ نئے اور بہتر خطوط کی تعمیر کریں گے۔ ان میں سے ہر کوئی ایک بہتر فریک لائیڈ رائٹ اور لے کوربزیر ہوگا۔ شاید ریکارڈو بوفل جیسا غیر معمولی ذہین شخص اس قتل عام سے بچ جائے اور مائیکل اینجلو یا گاڈی کی عظمت و بلندی تک اپنے عزم و حوصلہ کے مطابق پہنچ جائے۔ اگر عظیم دھماکہ ہونا ہی ہے تو اسے ہو لینے دیں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

تمہاری حقیقی طاقت

"انسان دس لاکھ ٹن سے بھی زیادہ طاقتور ہے" تمہیں آخر تک بنی نوع انسان کے وقار۔ ذاتی احترام اور مساوات کیلئے جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ ننگے پیر لوگوں کے نقش قدم پر چلو۔ ایک غریب بچے کے بالوں میں جو جوں ہے وہ تمہارا ہتھیار ہے۔ ایک کاشت کار کی مٹی کی جھونپڑی کی گندی بدبو تمہاری زہریلی گیس ہے۔ عوام کی قوت کا اندازہ ہل کی بنائی ہوئی گہری لکیر سے اور کارخانے کے نکلتے ہوئے دھوئیں سے لگا سکتی ہو۔ نظریہ کا رسم الخط ایک فاقہ زدہ انسان کی چیخوں سے پیدا ہوگا۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ہمت کا زوال تہذیب کے زوال کی نشانی ہے

میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں کہ تم ہمارے معاشرے کے تاریخی حالات کے حقائق سے سچائی کی تلاش کرو اور مسائل کی شناخت کرو۔ مسائل کی صحیح شناخت کرنے کے ساتھ صحیح حل بھی پیدا ہوگا۔ اور ان بنیادی دستاویزات سے جو میں نے تحریر کی ہیں اور ان تقاریر سے جو میں نے وقتاً فوقتاً کی ہیں (خصوصاً پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کے بعد) ان سے بھی استفادہ کریں۔ ان سے اس قدر تخیل کی عکاسی ہوتی ہے اور اس قدر خیالات و نظریات کا اظہار ہوتا ہے کہ ہمارے ناقدین نے بھی ان کو "بھٹو ازم" کا نام دیا ہے۔ میں

www.bhutto.org

اس قدر بڑھ چڑھ کر دعویٰ نہیں کروں گا۔ تاہم میں یہ تسلیم کروں گا کہ وہ خیالات و نظریات دیسی نوعیت کے ہیں حالانکہ وہ اسلام تاریخ کے تناظر کے اندر ہیں اور جدید حالات و واقعات سے عبارت ہیں جنہوں نے دنیا کو ہلا ڈالا ہے۔ میں ایسا فرد نہیں ہوں جو تانگہ کی پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا ہو جبکہ گھوڑا آگے کی طرف جا رہا ہو اور میں سارے سفر کے دوران پیچھے ہی کی طرف دیکھتا رہوں۔ خوفزدہ نہ ہوں۔ ہمت کا زوال تہذیب کے زوال کی پہلی علامت ہے۔ تم صحیح قسم کے اسلحہ اور نظریات سے پوری طرح مسلح ہوں گی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تمہاری رہنمائی کرے گا۔ وہی مالک اور خالق ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

خوبصورت شے ہمیشہ کی شادمانی

میں یہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ چونکہ میں موت کی کوٹھڑی میں ہوں اس لئے ساری دنیا موت کی کوٹھڑی میں ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہائی کورٹ نے ساری دنیا کو موت کی سزا سنا دی ہے اس لئے کہ اس نے مجھے موت کی سزا سنائی ہے۔ میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش قسمت انسان تصور کروں گا اگر بنی نوع انسان کے تاریک موسم سرما میں دھوپ کی کرن پھوٹ پڑے اور رنگ برنگ کے پھول کھل جائیں۔ دنیا تو بہت خوبصورت ہے۔ ''ایک خوبصورت شے تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوا کرتی ہے۔'' سطح مرتفع کی خوبصورتی ہے۔ بلند و بالا پہاڑوں کی خوبصورتی ہے۔ ہری بھرے میدانوں کا حسن ہے۔ غیر ہموار ریگستانوں کا اپنا حسن ہے۔ طرز تعمیر کی شان و شوکت ہے۔ موسیقی کی شان و شوکت ہے اور رقص کی چمک دمک کا حسن ہے۔ سب سے بڑھ کر تو مرد اور عورت کا اپنا حسن ہے جو اللہ تعالیٰ کی مکمل تخلیق ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ماضی کے مناظر

میں شیلی کے وجودیت کے نظریہ کی حمایت کرتا ہوں۔ حسن ہر جگہ ہے۔ ایک مکمل تباہی والی جنگ میں بھی حسن کو بالکل ملیامیٹ کر دینا ممکن نہیں ہوگا۔ حسن اس قدر زیادہ حسن ہے کہ وہ بالکل ختم نہیں ہو سکتا۔ اس قید تنہائی کے بارہ مہینوں میں میں نے ماضی کا کوئی ناخوشگوار منظر مشکل سے ہی یاد کیا ہے۔ جب میں اس قید خانہ کی دیواروں کو گھنٹوں تک دیکھتا رہتا ہوں تو ماضی کے بہت سے واقعات میرے ذہن میں آتے

www.bhutto.org

ہیں۔ ماضی کے کچھ مناظر از سر نو نظروں کے سامنے آئے ہیں۔ جو کبھی بھی میری نظروں کے سامنے دوبارہ نہیں آتے، اگر میں یہاں مقید نہ کیا جاتا، میں نے بار بار اپنے بچپن کا زمانہ کہ جو میں نے گڑھی خدا بخش میں گزارا تھا۔ ان برسوں کو جو میں نے بمبئی میں اسکول میں گزارے اور ان آب و تاب والے برسوں کو جو میں نے برکلے اور آکسفورڈ میں گزارے یاد کیا ہے۔ آگرہ کے تاج محل کی شاہانہ شان و شوکت بار بار میرے ذہن میں آتی ہے۔ اسی طرح مجھے وہ پرسکون دن یاد آتے ہیں جو میں نے سری نگر، گلمرگ اور پہلگام میں گزارے تھے۔ وادی کشمیر حیرت انگیز طور پر خوبصورت ہے۔ اپنے طور پر یورپ کا حسن عدیم النظیر ہے۔ کوئی شخص بھی اس طمانیت قلب کو نہیں بھول سکتا جو کرائسٹ چرچ کے سبزہ زاروں میں چہل قدمی کر کے حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی فرد کیلی فورنیا میں ساحل سمندر پر کارمل کی طلسماتی کشش کو فراموش کر سکتا ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

میرا جذباتی عشق عوام سے ہے

زندگی محبت کا ملہ ہے۔ نیچر کی ہر خوبصورتی کے ساتھ اظہار عشق کیا جاتا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ میرا سب سے زیادہ جذباتی عشق اور جذبات خیز یا جسم میں جھرجھری پیدا کر دینے والا رومانس عوام کے ساتھ رہا ہے۔ سیاست اور عوام کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والی شادی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "آدمی ایک سیاسی جانور" ہے اور ریاست یا مملکت ایک سیاسی تھیٹر ہے۔ میں بیس سال سے زائد ہنگامہ خیز برسوں سے اس سیاسی اسٹیج پر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے اب بھی کوئی رول ادا کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ لوگ اب بھی چاہتے ہیں کہ میں سیاست کے اسٹیج پر رہوں۔ لیکن اگر مجبوراً مجھے سیاسی اسٹیج سے علیحدہ رہنا پڑا تو میں تمہیں اپنے احساسات کا تحفہ دیتا ہوں۔ میرے مقابلہ میں تم زیادہ بہتر طور پر یہ جنگ لڑ سکو گی۔ تمہاری تقاریر میری تقاریر کے مقابلہ میں زیادہ فصیح و بلیغ ہوں گی۔ عوام کے ساتھ تمہاری وابستگی مساوی طور پر مکمل ہوگی۔ تمہاری جدوجہد میں زیادہ توانائی اور جوانی کا جوش ہوگا۔ تمہارے اقدامات زیادہ جرائت مندانہ ہوں گے۔ میں اس انتہائی مقدس مشن کی برکتیں تمہیں منتقل کرتا ہوں۔ صرف یہی تحفہ میں تمہیں تمہاری پیدائش کی سالگرہ پر دے سکتا ہوں۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ڈکٹیٹر کسی کے آگے جوابدہ نہیں ہے

یہ تو خراب سیاست ہوگی اگر ایسی صورت کو جو متحرک نوعیت کی ہے اس کی اہمیت کو کم کر کے پیش کیا جائے۔ بنی نوع انسان پر اور اس کے مشن پر یقین رکھیں۔ اللہ جو خالق ہے وہ ساری بنی نوع انسان کا اللہ ہے۔ اللہ ہی قادر مطلق ہے، اس دنیا اور اس کے بعد کی دنیا کے خالق نے خود ہی اپنے اوپر مہربانی کرنے اور معاف کرنے کا فرض عائد کیا ہے۔ کوئی بھی فوجی ڈکٹیٹر اپنے اوپر اس قسم کا فرض عائد کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اس کے برعکس وہ تو یہ فضول شیخی بگھارتا ہے کہ وہ کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

افریقہ کا حسن اور یورپ کی بگڑتی شکل

افریقہ پاگلوں یا خرد ماغ لوگوں سے نجات حاصل کر لے گا۔ افریقہ یہ ثابت کرنے کیلئے زندہ رہے گا۔ سیاہ رنگ بھی خوبصورت ہوا کرتا ہے۔ افریقہ قدیم ہے لیکن ایشیاء تو سدا جوان ہے۔ اس کے بانکپن والے حسن نے تو بنی نوع انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی تہذیب کو چار چاند لگائے ہیں۔ لاطینی امریکہ ایک ایسے بین الاقوامی کلچر کی کمر تال بن گیا ہے جو اندالوسیا کو عرب سے اور کیریبین سے منسلک کرتی ہے۔ اس کے شعلہ کی لو میں کس قدر حسن ہے۔ یورپ آب و تاب والا اور محبت کئے جانے کے قابل ہے۔ وہ کئی بار چہرے کو خوبصورت اور پرکشش بنوانے کے باوجود اب بھی دلکش اور خوبصورت ہے۔ امریکہ کے بحری ساحل پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ اس کے رکے ہوئے پانی کے بہاؤ میں اس کے حسن کی عکاسی ہوتی ہے۔ فضائی اصطلاح میں تو ساری دنیا خوبصورت ہے۔ طبیعاتی معنی میں میں نے شاذ و نادر ہی اس سے زیادہ مناظر کی خوبصورتی دیکھی ہے جیسی کہ میں نے کیلی فورنیا اور ٹیکساس میں دیکھی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اس سب سے زیادہ طاقتور معاشرہ یا ملک کی اندھی قوت اس خوبصورتی کو ایسی بری شکل میں تبدیل کر رہی ہے ہے جیسی کہ ڈورین گرے کی تصویر ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

تمھیں عوام کے لیے دوگنی توانائی حاصل کرنی چاھیے

میں پچاس سال کا ہوں اور تمہاری عمر میری عمر سے نصف ہے۔ جس وقت تک تم میری عمر کو پہنچو گی تمہیں

عوام کے لئے اس سے دوگنی کامیابی حاصل کرنی چاہئے۔ جس قدر کہ میں نے ان کے لئے حاصل کی ہے۔ میر غلام مرتضیٰ جو میرا بیٹا اور وارث ہے وہ میرے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی شاہنواز اور صنم میرے ساتھ ہیں۔ میرے ورثہ کے حصہ کے طور پر اس پیغام میں ان کو بھی شریک کیا جائے۔ میر سائیں رابرٹ کینیڈی کے بیٹے کا قریبی دوست ہے۔

(میری سب سے پیاری بیٹی)

ہر نسل کا مرکزی مسئلہ

"ہر نسل کا اپنا مرکزی مسئلہ ہوا کرتا ہے کہ آیا جنگ کو ختم کرنا ہے۔ نسلی ناانصافی کو مٹانا ہے یا کارکنوں کی حالت کو بہتر بنانا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کو انفرادی انسان کے وقار کی فکر ہے اور وہ ضرورت سے زائد اختیار اور طاقت کی حد بندی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایسی حکومت چاہتے ہیں جو اپنے شہریوں سے براہ راست اور دیانتداری کے ساتھ بات کرے۔ امکانات تو بہت زیادہ ہیں۔ داؤ پر بہت کچھ لگا ہوا ہے۔ میں آنے والی نسل کیلئے ٹینی سن کا مایوس کن لیکن ایک طرح سے پیغمبرانہ پیغام چھوڑتا ہوں کہ "ارے پچاس سال کی عمر میں میں کیسا ہو جاؤں گا اگر قدرت نے مجھے زندہ رکھا جبکہ اس پچیس سال ہی کی عمر میں دنیا کو اس قدر تلخ پاتا ہوں۔"

(میری سب سے پیاری بیٹی)